



الكلام المعروف
فيما يتعلق
بالحديث الموضوع
تأليف

حضرة العلامة شيخ الاسلام آغا محمد باقر مولا نا الحافظ خان بهادر

محمد انوار الله فاروقی

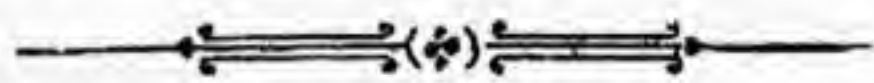
فضيلة جنگ قدس الله سره العزيز باني جامع نظامية

فهرست مضامین الکلام المرفوع فیما يتعلق بالحديث الموضوع

مضمون	مضمون
۱ سبب تالیف -	۱۶ تقلید امام بخاری خلاف نص
۲ قرائن وضع حدیث	۱۷ روایت راوی از گفتن محدثین وضع
۳ قرینه در راوی و ایجاد محدثین قواعد	۱۸ و کذاب متروک نمی شود -
۴ جرح و تعدیل -	۱۹ از روایت راوی متروک الروایت حدیث
۵ فرق میان فقهاء و محدثین و ضرورت فقهاء	۲۰ موضوع نمی شود -
۶ و محدثین و حفظ اسناد	۲۱ حکم محدثین بحسب ظاهراست -
۷ روایات کل صحابه مقبول اند -	۲۲ از ضعف یا متروک یا وضعی راوی مرویات
۸ هر راوی را تفقه ضروریست - فرق میان	۲۳ او موضوع نمی شوند -
۹ اجتهاد و فقهاء و محدثین -	۲۴ بلاوجه حدیث را موضوع نباید گفت -
۱۰ روایت از روافض جائز نیست -	۲۵ محمد بن جعفر بن مطر غشای پوری نمیده انکار
۱۱ وجه عدم روایت از روافض	۲۶ حدیث یافت -
۱۲ اختلاف در قبول روایات بتدرع	۲۷ محمد بن هارون در عالم رویا از روایت
۱۳ نصیحت امام بخاری عقیلی و غیره	۲۸ بنوی صلی الله علیه وسلم مشرف شده -
۱۴ فضیلت امام شافعی رح	۲۹ تصدیق حدیث از آنحضرت صلی الله علیه وسلم کرد
۱۵ استناد سلسله الذهب	۳۰ علی بن مسهر در عالم خواب به آنحضرت صلی الله علیه وسلم
۱۶ نقدین و عمل متاخرین	۳۱ علیه وسلم تصدیق چند احادیث کرد -
۱۷ جرح مفید نیست -	۳۲ اولیا و ائمه نیز در عالم رویا از کشف نصیحت
	۳۳ احادیث از آنحضرت صلی الله علیه وسلم می کنند

مضمون	مضمون
۶۹ ضرورت تقلید و اکابر علما -	۳۴ فضیلت نماز چهار رکعت صلوٰۃ البتیح
۷۳ محدثین امام بخاری خذرو آیا را ترک کرده بودند	۳۵ اکثر حفاظ حدیث ابن جوزی را رد کرده اند
۷۴ اقوال متعلق بلفظ بالقرآن	ثبوت صلوٰۃ البتیح -
اعتقاد اکابر محدثین بود که لفظ بالقرآن مخلوق نیست -	۳۷ احوال ابن جوزی و خوش اعتقادی
۷۵ احوال و اقوال ذیلی -	جلال الدین سیوطی رحمة الله علیه -
استبرار امام بخاری رحمة الله علیه از تنگی لفظ	۴۱ جرأت ابن تیمیہ به مانعت زیارت
۷۶ بالقرآن مخلوق است -	۴۲ ادخال ابن جوزی رضی الله عنه بعضی احادیث
۷۷ اعتقاد امام بخاری رجسبت قرآن	بخاری و مسلم را به موضوعات -
۷۹ اختلاف کمی و زیادتی در ایمان	قرائن خارجیہ -
۸۰ مذہب امام صاحب نسبت ایمان -	۴۷ هیچ محدث کل احادیث صحیحہ را جمع نکرد
۸۲ اظهار کردن امام صاحب اعتقاد خود -	۵۰ التزام فعل حسن و اموخیر
مخالفت عقل و نقل بودن حدیث برائے	۵۴ واقعہ مقلد و غیر مقلد -
۸۴ موضوعیت قرینہ قطعیہ نمی شود -	۵۵ نشد مسئلہ میلاد شریف و فاتحہ سوم اموات
تعریف بندہ مومن	۵۸ باعث تقلیل روایات -
۹۵ مراد محدثین از اسناد و احادیث	۹۱ مذہب خارجیان
۹۹ عالم و محدث را روایت حدیث موضوع	۹۲ مذہب روافض و خوارج و معتزله و غیره
۱۰۱ و ادخال آن بکتاب خود منع است -	۹۳ قول حسن بصری نسبت بآیت الی شب مراح
حدیث متواتر مقید علم تقیین میشود نه حدیث مشہور -	۹۵ ثبوت رؤیت الہی از اقوال صحابہ رضی الله عنهم
حصول ثواب بکمال عمل کرد	۹۶ و کل روایات امام بخاری واجب العمل نبوده اند
عمل بر حدیثی که موافق کتاب باشد	۹۷ احوال عثمان بن ابی شیبہ -
حصول ثواب بکمال عمل احادیث فضائل اعم	

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ



اَجْمَعِينَ
 الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَاصْحَابِهِ
 اَمَّا بَعْدُ احقر العباد ابوالبركات محمد انوار الله بن مولوی حضرت حافظ ابو محمد
 شجاع الدین صاحب حیدر آبادی دکنی عفی اللہ عنہما عرض کرتا ہے کہ
 بفضل تعالیٰ اندنوں میں طبیعت کی حضوری کا اتفاق ہوا ایام اقامت میں خیال آیا
 کہ فضائل نبی کریم و حبیب رب العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بقدر وسع
 جمع کئے جائیں اور ضمن میں اوس کے بحسب مناسب مقام وہ مبا
 لکھے جائیں جس کی آجل ضرورت ہے چنانچہ قریب تیس جز کے لکھے گئے
 اور ہر روز ایک حصہ کتاب کا بھی پورا ہوا تھا کہ اس بلوغت کی مفار
 پر مجبور کیا گیا جب مکہ معظمہ پہنچا برکت حاصل کرنے کے لئے اپنے مخدوم و
 مطاع ہادی مراحل تحقیق و کاشف رموز تدقیق جامع شریعت و طریقت
 منبع حقیقت و معرفت مہبط انوار معارف لدنیہ کاشف اسرار علوم دینیہ
 رہنمائے سالکین مقتدائے ناسکین مولانا و مرشدنا حضرت حاجی امداد اللہ صاحب

ادام اللہ تبارک و تعالیٰ علی رؤس المسترشدين کو تکلیف اولن اجزا کے سماعت کی
حضرت ممدوح نے بعد سماعت کے ارشاد فرمایا۔ مناسب ہے کہ کتاب
طبع ہونیکے پہلے وہ بحث جو متعلق حدیث ہے طبع کی جائے جس سے عام
فائدہ حاصل ہو اس لئے امثالاً للامروہ بحث نقل کر کے خدمت والا
گذرانا اور نام اس کا الکلام المرفوع فی ما يتعلق بالحديث الموضوع
رکھا حق تعالیٰ حضرت ممدوح کی توجہ کی برکت سے براہِ درانِ دینی کو اس
کتاب سے نفع پہونچا وے امین۔

تیسری بحث یہ ہے کہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے ان بعض حدیثوں کی نسبت
جو کہا ہے کہ منکر ہیں اور آثار وضع کے اون سے نمایاں ہیں سو اس میں
تصحیح اس امر کی نہیں کہ واقع میں موضوع ہیں۔ اس مقام میں مسئلہ وضع
متعلق ایک بحث کیجاتی ہے جس سے ناظرین کو معلوم ہو جائے کہ محدثین
جس حدیث کو موضوع کہتے ہیں آیا واقع میں کسی کی بنائی ہوئی ہوتی ہے
یا صرف ظن ہو اگر تاسے محدثین نے لکھا ہے کہ موضوعیت حدیث کی
کسی طور سے معلوم ہوا کرتی ہے کبھی راوی میں کوئی قرینہ ہوتا ہے کبھی
نفس حدیث میں اور کبھی خارج میں خیالچہ حافظ احمد بن علی بن حجب عسقلانی
تقریب میں لکھا ہے و يعرف الوضع باقرار واضعہ او معنی قرار

سہ دو مباحث متعلق فضائل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم علیہم السلام کی ہیں و بنا بہت مقام انتہا بتیسری بحث دس
رسالہ ہذا کی گئی۔ ۱۲

او قرینہ فی الراوی او المروی فقد وضعت احادیث یشہد بوضعها
 رکتہ لفظها ومعانیها یعنی پچھاتا جاتا ہے موضوع ہونا حدیث کا واضح کے
 اقرار سے یا ایسی بات سے جو معنا اقرار ہو۔ یا اس قرینہ سے جو راوی میں
 یا مروی میں کیونکہ بہت سی حدیثیں ایسی بنائی گئی ہیں کہ اس کے موضوع
 ہونے پر رکاکت اس کے لفظ اور معنی کی گواہی دیدیتی ہے انتہا پر جب
 قرائن سے وضاع کذاب ہونا کسی راوی کا ثابت ہو جائے تو ہمیشہ کے
 واسطے وہ شخص ساقط الاعتبار ہو جاتا ہے اور سب روایتیں اس کی
 غیر معتبر سمجھی جاتی ہیں چونکہ رجوع اس بحث کا طرف جرح و تعدیل کے ہے
 اس لئے کسی قدر اس کا حال لکھنا مناسب سمجھا گیا۔ حقیقت میں بحث
 بہت وسیع اور طویل الذیل ہے جس میں بڑی بڑی کتابیں تصنیف ہوئی ہیں
 اجمال اس کا یہ ہے کہ مدار جرح و تعدیل کا محدثین کے اجتہاد پر ہے۔
 اسی وجہ سے ایک ہی راوی پر کسی نے جرح کی اور نہ کسی نے تعدیل۔
 اور ایک ہی صفت کسی کے نزدیک قابل جرح ہے اور کسی کے نزدیک
 نہیں اکابر محدثین رحمہم اللہ نے اپنے اپنے اجتہاد کے موافق قواعد جرح
 و تعدیل کے ایجاد کئے اور خبریات کو اپنے ہر شخص کے جرح و تعدیل کو
 اس پر متفرع کیا پھر عامہ محدثین نے اوں کی تقلید کی اور اپنے اپنے
 معتد علیہ کے قاعدوں اور جرح اور تعدیل کو بہ حسن ظن مان لیا۔ چنانچہ

ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے جو نکت میں لکھا ہے اوس سے بھی استفادہ
وسبب الاختلاف فی ذلک انما هو من جهة ان کل من رجح
اسناد اکانت اوصاف رجال ذلک الاسناد عندہ اقوی من
غیرہ بحسب اطلاعه فاختلف اقوالہم باختلاف اجتہادہم
بس مثال اوس کی بعینہ ایسی ہوئی جیسے فقہائے مجتہدین علیہم الرحمۃ نے
اجتہاد سے قواعد مقرر کئے اور جزئیات مسائل کو اوس پر متفرع کیا مگر فرق
اتنا ہے کہ اکثر دلائل و شواہد فقہاء کے کتاب و سنت و اجماع ہیں اور اکثر دلائل
و شواہد محدثین کے تجربے ہیں مثلاً فقہانے قاعدہ ایجاد کیا ہے الاہر
للو جوب تو دلیل اوس پر آیت پیش کرینگے یا حدیث و اجماع۔ اور محدثین
جو قاعدہ ایجاد کیا ہے کہ رافضی کی روایت مقبول نہیں تو دلیل اوسکی
تجربہ ہوگی اور محدثین کی نظر اسناد سے متعلق ہے جو راویوں کے سلسلہ کا
نام ہے اس لئے کہ بعد تحقیق جب کسی حدیث کو صحیح یا ضعیف کہتے ہیں تو
مطلب اوسکا یہی ہوتا ہے کہ راوی اوس کے ضابطہ و عادل ہیں یا نہیں
اور فقہاء کی نظر حدیث اور قرآن سے متعلق ہے اور محدثین کا مطلب اصلی
یہ ہے کہ حتی الامکان الفاظ حدیث محفوظ رہیں اور مقصود فقہاء کا یہ کہ مراد
شارع کی معلوم ہو جائے کما فی المیزان وجہ اوس کی یہ ہے کہ زمانہ
صحابہ کے بعد دو قسم کی ضرورتیں پیش ہوئیں۔ ایک حفاظت الفاظ و دوسری

فہم معنی اور رفع تعارض جو ظاہر احادیث و آیات میں معلوم ہوتا ہے جو علما کہ امرا و اول کے متکفل ہوئے وہ محدثین ہیں اور امرا ثانی کے متکفل فقہاء پہلی ضرورت کی وجہ یہ تھی کہ بے دین لوگوں نے حدیثیں بنانا شروع کر دیا تھا۔ اس لئے علماء رحمہم اللہ نے اس خرابی کے اوٹھانے کی فکر کی۔ چنانچہ امام مسلم نے صحیح کے باب الاسناد من الدین میں قول ابن سیرین رحمۃ اللہ کا نقل کیا ہے کہ پہلے اسناد کو کوئی پوچھتا نہ تھا۔ پھر جب فتنہ واقع ہوا تو علماء نے حدیث بیان کرنے والوں سے پوچھنا شروع کیا کہ پہلے اپنے رجال کو بیان کرو کہ تم نے کس سے لیا ہے اور تمہارے شیخ نے کس سے پھر اسناد کو دیکھئے پس اگر ہوتا اوس میں کوئی اہل بدعت سے یعنی غیر اہل سنت و جماعت تو چھوڑ دیتے اوس حدیث کو انتہی اور ابن جوزی رحمۃ اللہ نے موضوعات کے شروع میں لکھا ہے کہ کہا براہین عاذب رضی اللہ عنہ کہ ہم لوگ جو روایت تم سے بیان کرتے ہیں یہ نہیں ہے کہ سب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منسب ہے بلکہ بہت سی روایتیں ایسی ہیں کہ اپنے اصحاب یعنی صحابہ سے ہم نے سنا ہے پھر آفتیں سرایت کرنے لگیں یہاں تک کہ ہمتیں واقع ہوئیں بسا احتیاج ہوئی طرف اوس کے کہ عدالت راوی کی دریافت کی جائے کما قال البراء بن عازب رضی اللہ عنہ لیس کما نجد ثکوة سمعناہ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولكن حدثناہ

من اصحابنا ثم لم یزل الافات تدب حتی وقعت التهم فاحتج
 الی اعتبار الحدالة بمقصودیه کہ صحابہ کی کل روایتیں مقبول ہیں گواؤں کو
 نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اون کو نہ سنا ہو لیکن زمانہ تابعین میں
 چونکہ ہزار ہا حدیثیں بننے لگیں اس لئے دریافت عدالت کی ضرورت ہوئی
 چنانچہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے موضوعات میں لکھا ہے۔ قال المحکم
 سمعت حماد بن زید یقول وضعت الزنادقة علی رسول اللہ صلی
 علیہ وسلم اربعة عشر الف حدیث اجمال محدثین حفاظت الفا
 کی طرف متوجہ ہوئے اور فقہاء تدریجی کے طرف اور مقصود بھی آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم کا اسی قسم کا اوس حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے جو
 مشکوٰۃ میں ہے۔ عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 نضر اللہ عبداً سمع مقالتي فحفظها ورعاها واداهما فرب حامل
 فقه غیر فقیہ ورب حامل من هوا فقه منه رواه الشافعی والبیہقی
 واحمد الترمذی وابوداود والدارمی۔ ترجمہ روایت ہے انس رضی اللہ
 عنہ سے کہا اوتھوں نے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تروتازہ
 و خوش رکھے اللہ تعالیٰ اوس بندہ کو جس نے سنی میری بات پس خوب یاد
 رکھا اوس کو اور پہنچا دیا یعنی دوسرے کو کیونکہ بہت فقہا سے وہ شخص جو
 اون سے حدیث لی فقہ اور سمجھدار زیادہ ہیں۔ روایت کیا اوس کو

امام شافعی اور بیہقی اور امام احمد حنبل اور ترمذی اور ابو داؤد اور دارمی نے انتہی یعنی ہر راوی کو فقہ یہ ہونا ضرور نہیں صرف حفاظت حدیث اور اس کا کام ہے۔ یہ اشارہ ہے طرف محدثین کے پھر پہنچانا اس کا دوسرے کو کہ غالباً انہیں فقہ یہ اور سمجھدار لوگ بھی ہونگے اشارہ ہے طرف فقہاء کے اس سے معلوم ہوا کہ فقہاء محدثین بھی ہیں اور معنی حدیث کے خوب جانتے ہیں چنانچہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ جامع کے باب ما جاء فی غسل المیت میں فرماتے ہیں وكذلك قال الفقهاء وهم اعلم بمعاني الحديث يعني فقهاء حدیث کے معنی محدثین سے زیادہ جانتے ہیں۔ ہر چند محدثین معنی سے بھی بحث کرتے ہیں مگر وہ مقصود بالذات نہیں بلکہ یہ ایسی بحث ہے کہ جیسے فقہاء بھی کبھی رجال سے بحث کر لیتے ہیں۔ الحاصل کام ہر ایک کا علو ہے اور اسی کی تصریح امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی کی ہے۔ چنانچہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح بخاری میں قول اوثرکان نقل کیا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کیا تو چاہتا ہے کہ فقہ اور حدیث دونوں حال کر لے یہ کہاں ہو سکتا ہے ^{انتہی} یعنی ہر شخص میں صلاحیت نہیں کہ دونوں میں کمال حاصل کرے اسی تقریر محدثین اور فقہاء کے اجتہادوں کا فرق معلوم ہوا کلام اس میں تھا کہ محدثین نے جو قواعد جرح و تعدیل کے متقرر کئے ہیں مدار اوثر کا تجربہ اور وجدان پر ہے اسی وجہ سے اہل بدعت سے روایت لینے میں اختلاف ہے چنانچہ ابن

سیرین رحمۃ اللہ علیہ کے قول سے جس کو امام مسلم نے روایت کیا ہے
 ابھی معلوم ہوا کہ زمانہ تابعین میں اہل ہوا سے کسی فرقہ کی روایت نہیں
 لیجاتی تھی اور طاؤس رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب معلوم ہوتا ہے کہ کل اہل بدعت
 سے روایت درست ہے چنانچہ مسلم شریف میں روایت ہے کہ ابو جحفا
 سلیمان بن موسیٰ نے طاؤس سے کہ فلاں شخص نے مجھ سے اس قسم کی روایت
 کی ہے مقصود یہ کہ اس سے روایت لوں یا نہ لوں کہا وہ انھوں نے ان کا
 صاحب ملیا فخذ عنہ یعنی جس سے تم روایت لیتے ہو اگر وہ غنی ہے تو
 لے لو اس سے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جس کے پاس سرمایہ حدیث کا
 زیادہ ہو اس سے روایت لینا ہو سکتا ہے مذہب کی کچھ قید نہیں مزید
 بن ہاؤن کا مذہب یہ ہے کہ سوائے روافض کے کل اہل بدعت سے روایت
 جائز ہے چنانچہ میزان الاعتدال میں امام ذہبی نے ترجمہ ابراہیم بن حکم
 میں نقل کیا ہے قال بن اہاب سمعت یزید بن ہاؤن یقول تکذب
 عن کل صاحب بدعة اذ الحریکن داعیة الافرأضة فانهم
 یکنون یعنی سول ابن اباب کہتے ہیں کہ سنا میں نے یزید بن ہاؤن سے
 کہ کہتے تھے ہر بدعت والے سے حدیث کی روایت درست ہے اگر اپنے
 مذہب کی تائید میں لایا ہو سوائے روافض کے کیونکہ وہ جھوٹ کہا کرتے ہیں انتہی
 اور روافض سے روایت نہ لینے پر اکثر محدثین مثل امام شافعی و شریک

ابن مبارک وغیرہم رحمہم اللہ کا اتفاق ہے چنانچہ امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ
 نے جو ضمن ترجمہ ابراہیم مذکور میزان میں لکھا ہے قال اشہب سئل
 مالک رحمۃ اللہ علیہ عن الرافضة فقال لا تکلمہم ولا ترو
 عنہم فانہم یکذبون وقال حرملة سمعت الشافعی رحمۃ اللہ
 علیہ یقول لہذا لا تشہد بالزور من الرافضة وقال محمد بن
 سعید الاصبہانی رحمۃ اللہ علیہ سمعت بشر یقال یقول
 احمل العلم عن کل من لقیتم الا الرافضة فانہم
 یصنعون الحدیث ویخذونہا دینا یعنی اشہب کہتے ہیں
 کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا کہ روافض سے حدیث
 لینے کا کیا حال ہے کہا کہ اون سے نہ بات کرو اور نہ روایت لو۔
 کیونکہ وہ جھوٹ کہا کرتے ہیں اور کہا حرملة نے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ
 سے میں نے سنا ہے کہ رافضیوں سے زیادہ جھوٹی گواہی دینے والے
 نہیں دیکھا۔ اور کہا محمد بن سعید اصبہانی نے کہ سنا میں نے شریک سے
 کہ کہتے تھے تم جس سے ملو حدیث لے لو سوائے رافضیوں کے کہ وہ حدیث
 بنالیتے ہیں اور پھر اس کو دین ٹھیرالیتے ہیں انتہی۔ اور امام مسلم رحمۃ اللہ
 علیہ نے صحیح میں روایت کیا کہ عبد اللہ بن مبارک علی رؤس الاشہار
 کہتے تھے کہ چھوڑ دو حدیث کو عمر ابن ثابت کی کہ وہ سلف کو گالیاں

دیتا ہے انتہی نسخہ الباری کے مقدمہ میں لکھا ہے قال ابو العزب
 فی الضعفا من لم یحب الصحابة فلیس بثقة ولا کرامة
 امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بتقلید بعض اساتذہ کے روایت و افض کو
 جائز رکھا ہے۔ چنانچہ عباد بن یعقوب اسدی اور عبد الملک بن عین
 کی روایتوں کو صحیح میں داخل فرمایا جن کا حال میزان الاعتدال میں
 امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ سے لکھا ہے کہ وہ رافضی تھے اور سلف کو گالی
 دیتے تھے اور صحابہ کی شان میں بے طور گفتگو کیا کرتے تھے اور عبد الملک
 بن عین کو۔ ذہبی نے میزان میں اور ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے شرح بخاری
 میں لکھا ہے کہ وہ رافضی تھے۔ اور میزان میں عبد الرزاق بن ہمام کو
 لکھا ہے کہ وہ بھی رافضی تھے اور صحابہ کی شان میں سخت بد گوئی کیا کرتے
 تھے۔ عباس بن عبد العظیم قسم کھا کر کہتے ہیں کہ وہ کذاب ہے۔ باوجود
 اس کے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ فن حدیث میں
 میں نے اون سے بہتر کسی کو نہیں دیکھا۔ یحییٰ بن معین اون کی نسبت
 کہتے ہیں کہ اگر وہ مرتد بھی ہو جاویں تو بھی اون کی حدیث کو ہم نہ چھوڑا
 انتہی ملخصاً من المیزان اور اسی میزان میں لکھا ہے کہ یحییٰ بن معین
 قسم کھا کر کہتے تھے کہ احمد بن عیسیٰ شتری کذاب ہے باوجود اس کے
 امام بخاری وغیرہ محدثین رحمہم اللہ نے اون سے روایت لی ہے اور

کثرتہ فی قولہ روایات میں اختلاف

اُسی میں لکھا ہے کہ امام بخاری نے یہ قاعدہ اختیار کیا ہے کہ جس کو میں نے منکر الحدیث کہا اس سے روایت کرنا حلال نہیں پھر انھوں نے عبد اللہ بن عبد الرحمن کو منکر الحدیث کہا ہے باوجود اسکے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ علیہ ان سے روایت کی ہے سوائے اس کے بہت ایسے راوی ہیں جن کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے منکر الحدیث کہا اور مسلم شریف میں ان کی روایتیں موجود ہیں۔ عبد اللہ بن جعفر جہیت کی طرف مائل تھے اس وجہ سے امام احمد بن حنبل۔ اور مسلم۔ ابو داؤد۔ رحمہم اللہ نے ان کو چھوڑ دیا ہے حالانکہ ان کی روایتوں سے صحیح بخاری بھری ہوئی ہے عمر بن نافع کی نسبت سعد کہتے ہیں کہ محدثین ان کے ساتھ اجتماع نہیں کرتے باوجود اس کے صحیحین میں ان کی روایتیں موجود ہیں۔

عقیلی۔ علی بن عبد اللہ و جعفر وغیرہ چند محدثین میں کلام کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے کہا اے عقیلی کیا تمہیں عقل نہیں جو ایسے لوگوں میں کلام کرتے ہو۔ تمہاری اتباع ہم نے اس لئے کیا ہے کہ ان بزرگواروں پر جو مطاعن ہیں ان کو دفع کرو گے۔ اگر ان حضرات کی حدیثیں چھوڑ دیے جائیں تو یہ نوبت پہنچ جائیگی کہ ہم لوگ دروازہ بند کر کے گھر بیٹھ رہیں خطاب موقوف ہو جائے۔ آثار منقطع ہو جائیں۔ زندیقیوں کا غلبہ ہو جائے۔ دجال نکل آئے۔ کلمہ من المیزان

عمرہ مولیٰ بن عباس رضی اللہ عنہ کو یحییٰ بن معین - اور ابن مسیب اور
محمد بن سیرین اور علی بن عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہم نے کذاب
کہا ہے اور ابن ذہب بھی کہتے ہیں کہ وہ ثقہ نہ تھے اور امام مالک
رحمۃ اللہ علیہ اؤن کے ذکر اور اؤن سے روایت کرنے کو مکروہ جانتے
تھے۔ باوجود اسکے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بتعلیل بعض اساتذہ کے
اؤن پر اعتماد اور اؤن کی روایتوں کو اپنی صحیح میں داخل کیا ہے انہی خصوصاً
من المیزان۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ جن کی شاگردی براکابر محدثین کو
فخر ہے۔ چنانچہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے جو شیخ مشائخ امام بخاری
رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ ہیں یحییٰ بن معین وغیرہ محدثین کے حلقہ کو چھوڑ کر اپنی
صحبت اختیار کی یہاں تک کہ اؤن کی سواری کے ساتھ پیدل چلتے تھے
اور جب یحییٰ بن معین نے اوسیں کلام کیا تب امام احمد نے کہا کہ اگر تم بھی
اؤن کی سواری کے دوسری جانب چلو تو تمہیں نفع ہوگا۔ کما نقل
الحافظ ابن حجر العسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فی توالی التاسیس
بمعالی ابن ادریس۔ واخرج ابن عدی من وجه اخر ان الشافعی
رحمۃ اللہ علیہ لما قدم بغداد لزمه اجماع بغلته فامضى الحلقه
التي كان يجتمع فيها مع يحيى بن معين واقراؤه وايضا فيه
وروى الخطيب من طريق صالح بن احمد بن حنبل قال مشى

ابن مع بخله الشافعی رحمۃ اللہ علیہ فبعث الیہ یحییٰ بن معین
یعنی یعاقبہ فقال احمد لو مشیت من الجانب الآخر کان
انفع لك اور اسی توالی التماس میں ہارون بن سعید کا قول نقل کیا
کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ وہ شخص تھے اگر تمہارے کھم کو لکڑی کا کھم کہہ دیتے
تو ثابت کر دیتے کما قال وقال الزکریا السامی حدثنی ابو بکر بن
سعید ان قال سمعت ہارون ابن سعید يقول لو ان الشافعی
رحمۃ اللہ ناظر علی هذا العمود الذی من حجارة بانه من خشب
لغلب لاقتدارہ علی المناظرۃ اور اس کے سوا اونکے علم و تقویٰ
و حفظ و ورع وغیرہ فضائل پر عقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے بہت سی روایتیں
نقل کی ہیں۔ اور امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے فتح المغیث میں لکھا ہے
کہ محدثین اس اسناد کو سلسلۃ الذہب کہتے ہیں عن احمد عن الشافعی
عن مالک عن نافع۔ اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا
کہ باوجودیکہ میں نے نسخہ موطا کا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے دس بارہ
شاگردوں سے جو حفاظ حدیث تھے سنا تھا لیکن جب شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے
ملاقات ہوئی تو پھر اسکا اعادہ کیا کیونکہ میں نے اون کو اون سبھوں سے
بہتر پایا۔ اجمال امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی جلالت شان اور تبحر علوم وغیرہ
فضائل پر پکار محدثین کا اتفاق ہے باوجود اس کے امام بخاری و مسلم۔

نسائی۔ ابو داؤد۔ ترمذی رحمہم اللہ علیہ نے اون کے روایات کو صحاح میں داخل نہیں کیا الا نادرا۔ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے نشر العلین میں لکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین زندہ ہونے اور ایمان لانے کی حدیث کہ ابن جوزی نے موضوع کہا ہے۔ اسلئے کہ اس کے اسناد میں محمد بن زیاد۔ اور احمد بن یحییٰ۔ محمد بن یحییٰ غیر ثقہ اور مجہول ہیں۔ امام سیوطی نے کہا کہ اگرچہ دارقطنی نے محمد بن یحییٰ کو مجہول کہا ہے مگر ازوی نے صرف ضعیف کہا۔ اور ابن حجر عسقلانی نے لسان المیزان میں لکھا ہے کہ وہ مجہول نہیں بلکہ معروف ہیں۔ ابو سعید بن یونس نے اون کا حال تاریخ مصر میں یوں لکھا محمد بن یحییٰ بن محمد۔ بن عبد العزیز۔ بن عمر بن عبد الرحمن۔ بن عمرو کنیت اون کی ابو عبد اللہ ہے وہ مصر گئے اور اون سے اسحق بن براہیم کیاس اور زکریا بن یحییٰ بغوی اور سہل بن سوادہ اور محمد بن فیروز اور محمد بن عبد اللہ بن حکم نے روایت کی اور انتقال اون کا ۲۵۷ھ ہجری میں عاشورہ کے دن ہوا۔ اور احمد بن یحییٰ بھی مجہول نہیں اس لئے ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ روایت کی اون سے حرملہ یحییٰ اور ابو سعید بن یونس نے جس کا ترجمہ اس قسم کا ہوا اس کی حدیث معتبر سمجھی جاتی ہے اور محمد بن زیاد ائمہ قرأت و تفسیر سے ہیں اگر اوہیں کسی قدر ضعیف بھی ہے تو سوائے اون کے دوسرے طریقوں سے بھی روایت وارد ہے۔

چنانچہ اون طریقوں کو بھی امام سیوطی نے ذکر کیا ہے مقصود یہ ہے کہ جو
لوگ مجہول ٹھیرائے گئے تھے جن کی وجہ سے حدیث موضوع قرار دی گئی تھی
خود محدثین نے اونکو معروف کہا ہے اور جن وجوہ سے حدیث موضوع
ٹھیرائی گئی دراصل خود قابل تسلیم نہیں۔ احوال راویوں کی جرح و تعدیل
میں بہت کچھ اختلاف ہوا کرتا ہے ایک ہی شخص کسی کے پاس مقبول ہے
اور کسی کے پاس مخدوش۔ یہ بات فن رجال سے بخوبی ثابت ہو سکتی ہے
اور اسکا مدار قدمائے محدثین رحمہم اللہ کی رائے اور اجتہاد پر ہے جنہوں
نے تجربہ اور وجدان سے قاعدہ ایجاد کئے اور اپنے معاصرین کی جرح
اور تعدیل کی چنانچہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے نکت میں لکھا ہے
فاختلفت افق الہم للاختلاف اجتہادہم۔ پھر متاخرین نے اپنے
اپنے معتدلیہ کی تقلید کر کے ہر ایک پر حکم لگایا اور اسی وجدان
یا تقلید کی وجہ سے جس کی نسبت جو اعتقاد کیا خواہ جرح ہو یا تعدیل
اوسی پر قائم رہے حالانکہ محدثین کے نزدیک مسلم ہے کہ تعدیل بعد
جرح کے مفید نہیں۔ چنانچہ تدریب الراوی میں امام سیوطی رحمۃ اللہ
نے خطیب کا قول نقل کیا ہے قبل ان زاد المعدل ان قدم المتعدیل
لان کثر تہم یقوی حالہم ویوجب العمل بخبرہم وقلة
المخرجین یضعف خبرہم قال الخطیب وهذا خطہ

محدثین اور متاخرین کا جرح و تعدیل کرتا

تعدیل بعد جرح کے مفید نہیں

وینخذ من توهمة لان المعدلین وان کثروا لم یخبروا عن
عدم ما اخبر به الجارحون ولو اخبروا بذلك فکانت
شهادة باطلة علی نفی یعنی جو لوگ کہتے ہیں کہ معدلین اگر زیادہ ہوں
اور جرح کرنے والے کم تو معدلین کا قول معتبر ہوگا سو یہ اونکی خطا ہے
اس لئے کہ جو علت جرح کرنے والوں نے قائم کی ہے معدلین نے اس کے
عدم کی خبر نہیں دی اور اگر دی بھی تو وہ گواہی نفی کی ہوگی اور نفی
کی گواہی باطل ہے انتہی۔ اس سے یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ
قدمائے محدثین نے اگر کسی پر جرح کی ہو اور اسی شخص کی تعدیل متاخرین
کے کسی نے کی تو یہ تعدیل تقلیداً ہوگی نہ تحقیقاً۔ اس لئے کہ اگر معدلین کو
درجہ شہود میں قائم کریں تو بھی یہ شہادت نفی کی ہوگی جو باطل ہے خصوصاً
مقابلہ میں شہادت اثبات کے جو عدول نے دی ہے مثلاً عکرمہ کو ابن
سیرین اور یحییٰ بن یحییٰ وغیرہ اکابر محدثین رحمۃ اللہ علیہ نے کذاب کہا
اور ایوب نے کہا کہ وہ کذاب نہ تھے۔ باوجود اسکے امام بخاری رحمۃ اللہ
اوں کے اور دوسرے بعض اساتذہ کے قول اور اوں کی روایات
کو صحیح میں داخل کیا تو یہ تعدیل تقلیداً ہے کیونکہ تقلید کے معنی یہ ہیں
کہ کسی معتبر شخص کے قول کو بلا دلیل مان لینا اور یہ تقلید ایسے امراض
ہوئی جو جائز نہیں ہے کیونکہ اس میں یہ گواہی نفی شہادت اثبات کی تردید

تقلید امام بخاری خلاف

ہوئی جو باطل ہے۔ الحاح اس سے معلوم ہوا کہ جرح اور تعدیل کی بنا اجتہاد پر ہے اوس سے واقع کا حال معلوم نہیں ہو سکتا۔ اسی وجہ سے ایک ہی حدیث کو بعض حسان کے قریب کر دیتے ہیں۔ اور بعض موضوعات کے ساتھ ملا دیتے ہیں۔ جیسا کہ ابن جوزی نے موضوعات کے شروع میں لکھا ہے

الخامس الشديد الضعيف الكثير التزلزل فهذا اتفاوت مراتبه عند الحسان فبعضهم يدبته من الحسان ويرحمه انه ليس بقوى التزلزل وبعضهم يرى شدة تزلزله فليست بالموضوعات اگر کسی حدیث کے اسناد میں کوئی راوی ایسا ہو جس کو محدثین نے وضاع اور کذاب کہا ہے تو بھی اس حدیث کو قطعاً موضوع کہہ نہیں سکتے بلکہ اگر کوئی راوی خود خبر دے کہ میں نے یہ حدیث بنائی ہے اوسکو بھی قطعاً موضوع نہیں کہتے۔ چنانچہ نکتہ میں ابن حجر عسقلانی نے نقل کیا ہے کہ امام نسائی کے شرائط۔ امام بخاری اور مسلم سے بھی سخت ہیں کما قال وحكى ابو الفضل ابن طاهر قال سألت سعد بن علي الزنجاني عن رجل فوثقه فقلت له ان النسائي له بحديثه به فقال يا بني ان لاني عبد الرحمن بشر طفي الربحال اشد من شرط البخاري ومسلم باوجود اسکے اوزکا قول ہے کہ جب تک کل محدثین کا اجماع کسی راوی کے متروک ہونے پر نہ ہو جائے وہ متروک نہیں ہو سکتا اور جس

راوی کی کوئی حدیث نہیں ہے وضاع اور کذاب کہتے ہیں

حدیث کی اسناد میں اس قسم کا راوی ہو قطعاً وہ حدیث موضوع نہیں ہو سکتی
 کما قال فی النکت ایضاً قال النسائی لا یترک الرجل عندی
 حتی یجمع الجمیع علی ترکہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری کے باب
 (من جو نزہ الطلاق الثالث) میں لکھا ہے ولیس کل راوی
 مختلف فیہ مردود بلکہ اگر خود راوی کہہ دے کہ میں نے یہ حدیث
 بنائی ہے تو اس حدیث کو بھی قطعاً موضوع نہیں کہہ سکتے چنانچہ تدریب الراوی
 میں امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے قال البخاری فی التاریخ
 الاوسط حدثنی یحییٰ الاشکری عن علی بن جدیر قال سمعت
 عمر بن صبیح یقول انا وضعت خطبة النبی صلی اللہ علیہ وسلم
 وقد استشكل ابن دقیق العید الحکم بالوضع باقرار من ادعی
 وضعه لان فیہ عملاً بقوله بعد اعترافه علی نفسه بالوضع
 قال وهذا کاف فی ردہ لکن لیس بقاطع فی کونه موضوعاً
 لجواز ان یکذب فی الاقرار بعینہ وقیل هذا لیس باستشکا
 منه انما هو توضیح و بیان وهو ان الحکم بالوضع بالاقرار
 لیس بامر قطعی موافق لما فی نفس الامر لجواز کذبہ
 فی الاقرار علی حد ما تقدم ان المراد بالصحیح والضعیف
 ما هو الظاهر لا فی نفس الامر یعنی بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخ او

راوی اس حدیث کی روایت سے حدیث موضوع نہیں ہو سکتی

میں لکھا ہے کہ روایت کی مجھ سے یحییٰ اشکری نے علی جدیر سے کہا اونھوں
 نے کہ سنائیں نے عمر بن صبیح سے وہ کہتے تھے بنایا میں نے خطبہ نبی صلی اللہ
 علیہ وسلم کا ابن دقیق العید کہتے ہیں کہ حدیث بنانے والے کے اقرار
 حدیث کو موضوع کہنے میں اشکال وارد ہوتا ہے کیونکہ اوس میں بھی لازم آتا
 کہ بعد اعتراض وضع کے اوس کے قول پر عمل کیا جائے اور یہ اگرچہ اوس
 حدیث کے رد کرنے کے لئے کافی ہے لیکن قطعاً یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ
 حدیث نفس الامر میں موضوع ہو۔ کیونکہ جائز ہے کہ کسی غرض سے جھوٹ
 اقرار کر لیا ہو اور بعضوں نے کہا کہ یہ اشکال نہیں۔ مقصود اس بیان
 توضیح ہے کیونکہ حکم بالوضع اقرار سے قطعی اور موافق نفس الامر کے نہیں ہے
 کیونکہ جائز ہے کہ وہ اقرار جھوٹا ہو۔ یہ ایسی بات ہے جیسے صحیح اور ضعیف کا
 حکم کرنا ظاہر ہر پر ہوتا ہو نہ بحسب نفس الامر انتہی۔ یعنی محدثین کے کل حکم
 بحسب ظاہر ہیں نفس الامر میں نہیں۔ چنانچہ اسکا ذکر انشاء اللہ تعالیٰ
 قریب آئے گا پھر جب خود اقرار سے واضح کی موضوعیت واقعی ثابت نہ ہو
 صرف قرائن سے کیونکہ ثابت ہو سکے۔ اور جب ایسے شخص کی حدیث کو
 بعض اہل حدیث اپنے کتابوں میں بلا تصریح موضوعیت کی روایت
 کریں جن کو محدث مانتے ہیں تو وہ خود راوی قابل ترک نہ ہوگا۔
 میزان الاعتدال میں امام ذہبی نے لکھا ہے ولا یستحق الترتیب من

محدثین کے حکم بحسب ظاہر نہیں

مروی عند بعض الثقات یعنی جس شخص سے بعض ثقاة نے روایت
 کی ہو تو وہ شخص ترک کرنے کے قابل نہ ہوگا۔ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کے
 قول سے ابھی معلوم ہوا کہ جب تک کل محدثین کا اجماع کسی راوی کے
 متروک ہونے پر نہ ہو جائے تو وہ متروک نہیں ہوتا۔ الحاح راوی کے
 ضعیف یا متروک یا وضاع ہونے سے اس کے مرویات قطعاً موضوع
 نہیں ہوتے۔ اب اون قرآن کو دیکھنا چاہئے جو نفس حدیث میں ہوں
 منجملہ اون کے ایک یہ ہے کہ الفاظ حدیث میں رکاکت ہو جو شان ^{حدیث} فضائ
 بنوی علی صاحبہا الف الف صلوٰۃ و تسلیم سے بعید ہے۔ اور یہ قرینہ بھی
 قطعی نہیں اس لئے کہ روایت بالمعنی اکثر محدثین کے پاس درست ہے
 تو جائز ہے کہ وہ روایت بالمعنی ہو یعنی مضمون اس کا صحیح اور الفاظ
 حدیث شریف کے نہ ہوں۔ چنانچہ تدریب الراوی میں امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ
 نے قول شیخ الاسلام کا نقل کیا ہے امارک اللفظ فلا تدل علی
 ذلك لاحتمال ان یکون رواہ بالمعنی فغیر الفاظہ بغیر فصیحہ
 و سراقرینہ یہ ہے کہ معنی میں رکاکت ہو اسکے کہی صورتیں ہیں ایک یہ
 مخالف عقل کے ہو یہ بھی کلیہ نہیں ہو سکتا کیونکہ جس عقل کی بیج میں حدیث
 حق امر المرء عقلہ و افلح من دزرق لباً و ارد ہے وہ خود کیمیا ہے چنانچہ
 نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ما خلق اللہ شیئاً فی الارض قبل

راوی کے ضعیف یا متروک یا وضاع ہونے سے اس کے مرویات قطعاً موضوع نہیں ہوتے

من العقل وان العقل في الارض اقل وفي رواية اعز من الکبريت
 الاحمر اروياني وابن عساكر عن معاذ بن جبل رحمه الله عليه
 كان في الجامع الصغير يعني رواية ہے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ
 سے کہ فرمائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہیں پیدا کیا اللہ تعالیٰ
 نے کوئی شے زمین پر جو عقل سے زیادہ نادر الوجود ہو البتہ عقل روئے زمین
 پر کبریت احمر سے بھی زیادہ نادر الوجود ہے۔ اگر ایسی عقل سلیم نصیب نہ ہو
 اوس احادیث کو جو بظاہر خلاف عقل ہیں مگر اعتقاد سے مان لیگیں مثل
 احادیث معراج وحشر و صراط وغیرہ کے اعتقاداً مان سکتے ہیں جبکہ کہ
 خلاف عقیدہ اہل سنت و جماعت نہ ہو۔ اور اگر بظاہر خلاف عقیدہ
 بھی ہے مگر تاویل صحیح قبول کر سکتی ہے تو جب بھی قطعاً موضوع نہ ہوگی۔
 کیونکہ اکثر احادیث میں تاویل ہوا کرتی ہے تو جائز ہے کہ یہ بھی اس قسم
 کی ہو چنانچہ خطیب کی تصریح سے یہ بات ابھی ظاہر ہو جائے گی۔ وغیرہ
 دوسری صورت یہ ہے کہ خلاف نصوص قطعیہ یا حدیث متواترہ یا اجماع
 کے ہو تو یہ بھی نفس الامر میں موضوع اور سوقت سمجھی جائے گی جبکہ تاویل
 قبول نہ کرے۔ اور بظاہر ہے کہ باب تاویل وسیع ہے۔ تدریب الراوی
 میں لکھا ہے وکما یدخل فی قرنیۃ حال المروی ما نفی
 عن الخطیب عن ابی بکر ابن الطیب ان من جملة دلائل

الموضع ان يكون مخالفاً للعقل بحديث لا يقبل التأويل بلحقه
 ما يدل فحده الحسن والمشاهدة او يكون منافياً للدلالة الكتاب
 القطعية او السنة المتواترة والاجمال القطعي اما المعارضة
 مع امكان الجمع فلا ينعى بقرينة مروية في موضعين او غير موضعين
 وہ ہیں جو خطیب سے نقل کئے گئے ہیں انہوں نے نقل کیا ہے ابو بکر بن
 طیب سے کہ بخلاف دلائل وضع کے ایک یہ ہے کہ حدیث مخالف عقل ہو
 اس طور پر کہ تاویل قبول نہ کر سکے اور اسکے ساتھ یہ قرینہ بھی لاحق ہے
 کہ دفع کرے اس حدیث کو حسن اور مشاہدہ یا منافی دلالت قطعی کتاب
 یا سنت متواترہ یا اجماع قطعی کے ہو لیکن جب کسی طور سے اون دونوں میں
 توفیق ہو سکے اور منافاة او ٹھ جائے تو وہ بھی قرینہ وضع کا نہ ہو گا انتہی
 قال ابن حجر في النكت ولو فتح الناس هذا الباب (ای الحکم
 بالوضع للتعارض) لرد الاحادیث و یقبل کثیر من احادیث
 الصحیحین البطلان امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے سبیل النجاة میں لکھا
 قال ابن حجر فی نکتہ علی ابن الصلاح قد اخطأ من حکم بالوضع
 بمجرد مخالفة السنة واكثر من ذلك الجوزفانی فی کتاب
 الاباطیل وهذا انما يتأتى حيث لا يمكن الجمع بوجه من
 الوجوه اما مع امكان الجمع فلا كما زعم بعضهم ان الحدیث

الذي رواه الترمذي وحسنه من الحديث ابن هزيمة لا يؤمن
عبد قوما فخص نفسه بدعوة دونهم فان فعل فقد خا^{نهم}
موضوع لانه صلى الله عليه وسلم قد صح عنه انه كان
يقول اللهم يا عبد بني وبين خطايائي وغير ذلك لانا نقول
يمكن حمله على ما لا يشرع للمصلي من الادعية لان الامام
والماموم يشتركان فيه بخلاف ما لم يوثقه وكما زعم
ان حبان في صحيحه ان قوله صلى الله عليه وسلم اني لست
كاحدكم اني اطعم واسقي دال على ان الاختيار التي فيها
انه كان يضع الحجر على بطنه من الجوع باطالة وقد رد عليه
ذلك الحافظ ضياء الدين الدمشقي وكفى هذا كله كلام
حافظ ابن حجر في التكت وقال الشيخ بدر الدين الزركشي
في تعليقه على ابن الصلاح جعل بعضهم من دلائل الوضع
ان يخالف صحيح السنة وهذه هي طريقة ابن خزيمة وابن
حبان وهي ضعيفة لاسيما حديث امكن الجمع قال ابن خزيمة
في صحيحه في حديث لا يؤمن عبد قوما فخص نفسه بد^{عوة}
فان فعل فقد خا^{نهم} هذا حديث موضوع فقد ثبت^{قوله}
صلى الله عليه وسلم اللهم يا عبد بني وبين خطايائي الحديث

لا ينتهي الى ذلك فقد حسنه الترمذي وغيره وليس بجارح
 بحديث الاستفتاح لامكان حمله على ما لم يشرع للامام والمما
 وقال ابن حبان في صحيحه في قوله صلى الله عليه وسلم
 اني لست كاحدكم اني اطعم واسقي هذا الخبر يدل على
 ان الاحاديث التي جاء فيها انه كان يضع الحجر على بطنه
 كلها باطيل وانما الحجر وهو طرف الازار اذا الله جل و
 كان يطعم رسوله ويسقيه اذا وصل فكيف يتركه
 جائعاً مع عدم الوصال حتى يشد الحجر على بطنه وما يغني
 الحجر من الجوع انتهى به بات سمجھ میں نہیں آتی کہ اوں احادیث کو جو
 شدت جوع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دلالت کریں یا جن میں
 وضع حجر علی البطن کی تصریح ہے۔ ابن حبان نے باطل ٹھہرایا ہے۔ حالانکہ
 صحیح بخاری میں یہ حدیثیں موجود ہیں قال سعيد سمعت عن جابر
 بن عبد الله قال لما حفر الخندق رايت النبي صلى الله
 عليه وسلم خماً شديداً - قال قلت اے امرأتی فقلت
 هل عندك شيء فاني رايت رسول الله صلى الله عليه وسلم
 خماً شديداً الحديث - رواه البخاري - وعن ائمن قال انيت
 جابر فقال انا يوم خندق انحفر فخرضت كدية شديدة

فجاءوا النبي صلى الله عليه وسلم فقالوا اهدنا كدية صحت
 في الخندق فقال انا نازل ثرقاهم وبطنه معصوب بحجر
 الحديث وفي اخره فقلت لا امراتي رايت بالنبي صلى الله
 عليه وسلم مشيا ما في ذلك صبر فعند لي شئ قالت عند
 شعير وعناق الحديث رواه البخاري اور شايد اسی قاعدہ کی
 بنا پر ابن جوزی نے اس حدیث کو موضوع کہا ہے یا علی لا یحل الاحل
 ان یجذب فی هذا المسجد غیری وغیرک یعنی اے علی سوائے
 میرے اور تمہارے کسی کو درست نہیں کہ بحالت جنابت اس مسجد میں جاوے
 اور بظاہر یہ علت قائم کی کہ اوس میں اکثر شیعہ ہیں حالانکہ اس حدیث کو
 ترمذی بیہقی نے روایت کی ہے۔ اور اس کے شواہد بھی بکثرت ہیں
 جن کی تخریج بزاز۔ ابویعلی۔ بیہقی نے۔ اور بخاری اور ابن عساکر نے
 اپنی تاریخ میں کی ہے۔ اور عمر بن الخطاب اور عائشہ صدیقہ۔ ام سلمہ
 سعید بن ابی الوقاص۔ جابر بن عبد اللہ ابی سعید خدری رضی اللہ عنہم
 کی روایت سے وارو ہے کما قال السیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
 فی التعلیقات حدیث ابی سعید یا علی لا یحل الاحل
 یجذب فی هذا المسجد غیری وغیرک فیہ کثیر التوہان
 فی التشیع عن عطیة العوفی ضعیف قلت اخرجه الترمذی

والبيهقي في سننه من طريق سالم بن ابی حفصة عن عطية
 فرالت تهمه كثير وقال الترمذي حسن غريب وقد سمعته
 مني محمد بن اسمعيل وقال النوفلي انما حسنه الترمذي
 بشواهد قلوت ورد من حديث سعد بن ابی وقاص خزانة
 البراز وعمر بن الخطاب اخرج ابو يعلى وام سلمة اخرجاه
 البيهقي في سننه وعائشة رضي الله عنه اخرجاه البخاري
 في تاريخه والبيهقي وجابر بن عبد الله اخرجاه ابن عساكر
 في تاريخه ومن مرسل ابی حازم اخرجاه الزبير بن بكار
 في اخبار المدينه اگر کہا جائے کہ جب بعض محدثین نے ایسی حدیث
 کو موضوع کہہ دیا ہے تو اس میں تاویل کر کے موضوعیت سے اس کو
 نکالنا کیا ضرور ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ حال ان دونوں قرینوں کا
 یہی ہے کہ مخالفت عقل ونصوص کی وجہ سے وہ موضوع ٹھیرائی جا رہی ہے
 اور جب کسی وجہ سے وہ مخالفت رفع ہو جائے تو اس حدیث کو
 موضوع کہنا بلا وجہ ہوگا۔ اور ظاہر ہے کہ بلا وجہ کسی حدیث کو موضوع
 کہہ دینا گناہ سے خالی نہیں اور یہ صریح ممنوع ہے۔ کما و رد عن
 سليمان قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من كذب
 على متعمدا فليتبوا ببيتا في النار ومن رد حديثا بلغه عني

بلا وجہ کسی حدیث کو موضوع نہ کہنا

فانما خصمه يوم القيمة واذا بلغكم عنی حدیث فلم تعرفوه
 فقولوا الله اعلم طب کذا فی کذا الحال یعنی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم نے جس نے قصہ اُجھوٹ بات بنا کر اوس کی نسبت میری
 طرف کی تو چاہئے کہ وہ شخص اپنا گھر و زنج میں بنالے اور جس نے
 رد کیا اوس حدیث کو جو پہونچی ہے اوس کو مجھ سے تو قیامت کے
 دن میں اوس کا دشمن ہو گا اور جو پہونچے تم کو ایسی حدیث جو نہ جانتے
 ہو تم پر سبب نہ معروف و نہ مشہور ہونے اوس کے تو (اللہ اعلم کہ دو)
 روایت کی اس کو طبرانی نے میں بہر حال حدیث کو بلا وجہ رد کر دینا یا
 اوس سے انکار کرنا سوا اس کے نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو
 دشمن بنا لینا ہے عیاذ باللہ۔ اگر سمجھ میں نہ آوے تو سکوت چاہئے نہ
 یہ کہ حکم بالوضع کرنا جو من وجہ رو ہے۔ امام سیوطی نے تعقبات میں لکھا ہے
 کہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو موضوعات میں داخل کیا
 من احتجم يوم الاربعاء ويوم السبت فاصابه مرض فلام
 يلو من نفسه یعنی جس نے چار شنبہ یا شنبہ کے دن پچھے لگایا اور کسی
 بیماری میں مبتلا ہو گیا تو وہ اپنے کو ملامت کرے۔ پھر آخر بحث میں یہ واقعہ
 نقل کیا کہ محمد بن حنفیہ بن مطر نیشاپوری کو اس حدیث میں کلام تھا وہ کہتے ہیں
 کہ ایک روز میں نے کہا کہ یہ حدیث صحیح نہیں اور اوس پر پروا نہ کر کے

(چار شنبہ کے دن فصلی ساتھ ہی مرض برص مجھ پر نمایاں ہوا خوش قسمتی سے ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور اپنی حالت عرض کی۔ فرمایا خبردار اب سے میری حدیث کی کبھی استہانت نہ کرنا۔ یہ عبارت تعلیقات کی اس پر شاہد ہے۔ ثوروی الدلیلی بسندہ عن ابن عمر ومحمد بن جعفر بن مطرا النیشاپوری قال قلت یوما ان هذا الحديث ليس بصحيح فافضلنا یوم الادب فاصابني برص فرائت رسول الله صلی الله علیه وسلم فی النوم فشکوت الیه حالی فقال ایاک والاستهانة بحديثی **ف** اس پر اور ایک بات معلوم ہوئی کہ محمد بن جعفر نیشاپوری نے جو اس قصہ کو ذکر کیا اور بعد اس خواب کے اون کو اس حدیث کی پوری تصدیق ہو گئی تھی جس کی وجہ سے وہ پورا واقعہ بیان کیا کرتے تھے۔ اسی طرح تعلیقات مذکور میں لکھا ہے حدیث من عزی مصابا فله مثل اجر لا یغنی عن شخص کسی مصیبت زدہ کی تعزیت کرے او سکے بھی مثل اوسی مصیبت زدہ کے ثواب ہوتا ہے۔ یہ روایت علی بن عاصم نے۔ محمد بن سوقة سے کی ہے جنہیں محدثین کو کلام ہے چنانچہ اسی سے ابن جوزی نے اس حدیث کو موضوعات میں داخل کیا ہے۔ بیہقی نے شعب الایمان میں لکھا ہے کہ محمد بن ہارون کہتے ہیں کہ

محمد بن جعفر بن مطرا نیشاپوری کو انکار حدیث کا نتیجہ ملا

محمد بن ہارون نے ثواب میں روایت ہوئی حال کر کے حضرت سے حدیث کی تصدیق کرنا۔

میں نے ایک بار نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور عرض کیا یا رسول اللہ
 علی بن عاصم حدیث (من عزی مصابا) ابن سوقة سے روایت کرتے
 ہیں کیا وہ آپ نے فرمایا ہے حضرت نے فرمایا ہاں یہی لکھتے ہیں کہ
 اسکے بعد محمد بن ہارون جب کبھی اس حدیث کو روایت کرتے روایت
 کما قال واخرج البیهقی فی شعب الایمان عن محمد بن ہارون
 وكان ثقة صدوقا قال رايت النبي صلى الله عليه وسلم
 في المنام فقلت يا رسول الله علي بن عاصم الذي يرويه
 عن ابن سوقة من عزی مصابا هل عنك قال نعم فكان
 محمد بن ہارون كلما حدث هذا الحديث بکی اور صحیح مسلم میں
 حدثنا علی بن مسهر قال سمعت انا وحمزة الزيات من ابان
 ابن ابی عباس نحو من الف حدیث قال علی لقیت حمزة
 فاخبرنی انه رآی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی المنام فعرض
 علیہ ما سمع من ابان فما عرف الا شیئا سیدا خمسة اوسته
 یعنی علی بن مسهر کہتے ہیں کہ میں نے اور حمزہ زیات نے ابان بن ابی عباس
 سے قریب ہزار حدیثوں کے سنیں بعد چند روز کے حمزہ زیات سے
 میں نے ملاقات کی تو مجھ کو کہنے لگے کہ میں نے خواب میں آنحضرت صلی اللہ
 علیہ وسلم کی روایت سے مشرف ہوا اور تمہنی حدیثیں کہ ابان سنیں

علی بن ابی عباس نے خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے چند حدیثیں سنی ہیں

وہ پیش کیں۔ حضرت نے سوائے پانچ چھ حدیثوں کے کسی حدیث کی تصدیق نہیں فرمائی۔ امام مسلم نے اس روایت کو اون روایات میں ذکر کیا ہے جنہیں اون کو راویوں کے عیوب بیان کرنا مقصود ہے۔ غرض یہ کہ ابان کی حدیثیں قابل اعتبار نہیں ہیں ان قرائن اور تصریحات اور ان احادیث سے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھنے کے باب میں وارد ہیں مثل من رانی فی المنام فقد رای الحق وغیرہ کے یہ بات سمجھ میں آسکتی کہ مثل محدثین کے اولیاء اللہ بھی بہت سے حدیثیں خواب میں یا کشف صحیح سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تصحیح کر لیتے ہونگے جب عموماً کسی بزرگ کی ولایت مسلم ہو جائے تو اس بنا پر اون کی نقل کی ہوئی حدیثوں کو مان لینے میں کوئی محل تردد نہ ہوگا اگر بالیقین یہ مسئلہ معلوم کرنا ہو کہ اولیاء اللہ عالم بیداری میں کس قدر دریافت کر سکتے ہیں تو کو اکب زاہرہ میں دیکھ لیں جس کو شیخ ابوالفضل عبدالقادر بن حسین رحمۃ اللہ علیہ نے صرف اس مسئلہ کی تحقیق میں تصنیف کی ہے اور بدلائل عقلیہ و نقلیہ ثابت کر دیا کہ حالت بیداری میں رویت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نہ صرف ممکن بلکہ واقعی ہوتی ہے۔ تیسرا قرینہ وضع کا جو نفس حدیث میں ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ تھوڑے کام پر زیادہ ثواب یا وعید سخت ہو چنانچہ تدریس الراء

اولیاء اللہ بھی خواب میں یا کشف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیثیں تصحیح کر لیتے ہیں

میں لکھا ہے ومنہا الافراط بالوعد الشدید علی الامر الصغیر
 والوعد العظیم علی الفعل الحقیر وهذا کثیر فی حدیث
 المقصا ص والاخیر راجع الی الرکعة مگر اس پر بھی قطیعت وضع
 کی معلوم نہیں ہو سکتی کیونکہ کثرت ثواب کا مدار تو فضل الہی پر ہے۔
 دیکھ لیجئے ایک رات کی عبادت کا ہزار مہینے کی عبادت پر فضیلت ہونا
 قرآن شریف سے ثابت ہے قال اللہ تعالیٰ لیلة القدر خیر من الف
 اور حدیث بطاقتہ سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کما فی المواہب وشرح
 للنور قافی حدیث البطاقتہ مشہور قد رواہ الترمذی
 وقال حسن غریب وابن ماجہ وابن حبان والحاکم وصحیح
 من حدیث عبد اللہ بن عمر وبن العاص یرفعه بلفظ ان اللہ
 یشخص رجلا من امتی علی رؤس الخلائق یوما لقیمہ
 فینشر علیہ تسعة وتسعون سجلا کل سجل منها مثل
 ما البصر ثم یقول اتنکر من هذا شیئا اظلمت کتبتی
 الحافظون فیقول لا یارب فیقول افلاک عد فیقول لا یارب
 لفظ الحدیث عند المذکورین فیقول افلاک عد را وحسنہ
 فہاب الرجل فیقول لا یارب فیقول بلی ان لک عندنا
 حسنة وانه لا ظلم علیک الیوم فتخرج بطاقتہ فیہا شہد

ان لا اله الا الله واشهد ان محمدا عبده ورسوله فيقول
 احضر وزن فيقول يا رب ما هذه البطاقة مع هذه السجدة
 فقال انك لا تعلم قال فوضع السجلات في كفة والبطاقة
 في كفة فطاب ثبث السجلات وثقلت البطاقة فلا يثقل
 مع اسم الله شيء یعنی روایت ہے عبداللہ بن عمرو ابن عامر
 کہ فرمائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلائے گا حق تعالیٰ میرے
 امتیوں میں سے ایک شخص کو تمام خلافت کے روبرو قیامت کے دن
 پس کھولے گا اس کے روبرو نانوئے سجد ہر سجد اتنا ہوگا جہاں تک
 نگاہ پہنچتی ہے اور فرمائے گا کیا تجھے انکار ہے اس سے کسی چیز کا
 کیا تجھ پر ظلم کیا لکھنے والے میرے فرشتوں نے وہ عرض کرے گا نہیں
 اے پروردگار۔ پھر فرمائے گا کیا تیرے پاس کوئی عذر یا کوئی نیک
 کام ہے سوائے اسکے۔ یہ سن کر اس شخص کو ہیبت ہو جائے گی۔
 اور عرض کرے گا اے پروردگار اسکے سوا نہ کوئی نیک کام ہے
 نہ کوئی عذر پھر ارشاد ہوگا کہ کیوں نہیں۔ ہمارے پاس تیری ایک
 نیکی ہے۔ اور آج تجھ پر کچھ ظلم نہ ہوگا۔ پھر نکالے گا حق تعالیٰ ایک پرچہ
 کا غدر کا جس میں اشہدان لا اله الا الله واشہدان محمد عبده
 ورسوله لکھا ہوگا اور حکم ہوگا کہ اب جا اپنے اعمال تلنے کی جگہ

وہ عرض کر کے گا اے پروردگار ان دفتروں کے مقابلہ میں یہ پرچہ کیا چیز ہے۔ ارشاد ہوگا تجھ پر کچھ ظلم نہ ہوگا۔ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ رکھے جائیں گے وہ تمام دفتر ایک پلہ میں اور وہ پرچہ ایک پلہ میں۔ اور جب وزن کیا جائے گا تو وہ تمام دفتر ہلکے ہو جائیں گے اور وہ پرچہ بھاری ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نام کے مقابلہ میں کوئی چیز بھاری نہ ہوگی۔ روایت کی اسکو ترمذی۔ ابن ماجہ۔ ابن حبان اور حاکم نے اور کہا بیہقی نے کہ یہ حدیث صحیح ہے اور کنز العمال میں ہے کہ اس حدیث کو امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے بھی سند میں روایت کی اور حاکم نے مستدرک میں لکھا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے شرط مسلم پر۔ اب دیکھئے کہ گناہوں کے اتنے بڑے بڑے ننانوے دفتر کے مقابلہ میں ایک چھوٹی چھٹی کلہ طیبہ کی کس شمار میں ہے مگر جب فضل خدا ہوا تو وہ سب طے رکھے رہیں گے اور سیکڑوں برس کی عبادت کا جو نتیجہ ہوتا ہے ایک چھوٹی سی چھٹی سے نکل آیا۔ پس معلوم ہو گیا کہ تھوڑے کام پر زیادہ ثواب مستبعد نہیں۔ جب یہ بات صحیح حدیث سے ثابت ہو گئی تو اس سے بڑھکراور کیا بات ہوگی جس کے ماننے میں تردد ہو اور خواہ مخواہ اس کو قرینہ وضع کا بنالیا جائے۔ اور اسی طرح یہ حدیث مشکوٰۃ میں ہے عن ابن عباس

رضى الله عنه ان النبي صلى الله عليه وسلم قال للعباس
 ابن عبد المطلب يا عباس يا عماء الا اعطيتك الا امنحك
 الا احبوك الا افعل بك عشر خصال اذا انت فعلت
 ذلك غفر الله لك ذنبك اوله واخره قديمه وحديثه
 خطاً وعمداً صغيرة وكبيرة سرية وعلانية ان تصلى
 اربع ركعات تقرأ في كل ركعة فاتحة الكتاب وسورة
 فاذا فرغت من القراءة في اول ركعة وانت قائم قلت
 سبحان الله والحمد لله ولا اله الا الله والله اكبر خمس عشرة
 ثم تركعت فقولها وانت راكع عشر اثم ترفع راسك من
 الركوع فقولها عشر اثم تهوى ساجداً فتقول لها وانت ساجد
 عشر اثم ترفع راسك من السجود فتقولها عشر اثم تسجد
 فتقولها عشر اثم ترفع راسك فتقولها عشر فذلك خمس
 وسبعون في كل ركعة تفعل ذلك في اربع ركعات
 ان استطعت تصليها في كل يوم مرة فافعل فان لم تستطع
 ففي كل جمعة مرة فان لم تفعل ففي كل شهر مرة فان لم
 تفعل ففي كل سنة مرة فان لم تفعل ففي عمرك مرة رواه
 ابو داود وابن ماجة والبيهقي في الدعوات وروى الترمذي

فضائل نماز چهار ركعتی

عن ابی رافع نخعی اور ترمذی کی روایت میں ہے ولو كانت ذنوبك
مثل رمل عالج غفرها الله لك یعنی روایت ہے ابن عباس رضی اللہ
سے کہ فرماتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عباس بن عبد المطلب
رضی اللہ عنہ سے کہ اے عباس اے میرے چچا کیا نہ عطا کروں میں
تم کو کیا نہ بخش کروں میں تم پر کیا نہ دوں تم کو کیا نہ احسان کروں میں
تمہارے ساتھ اس قسم کا کہ جب کرو گے تم وہ کام جو تبتلا ہوں میں
تم کو تو بخش دے گا حق تعالیٰ تمہارے گناہ اول و آخر کے۔ پرانے
اور نئے۔ خطا سے کئے ہوئے یا قصداً۔ چھوٹے اور بڑے۔ پوشیدہ
اور ظاہر اگرچہ بکثرت مثل ریتی کے ہوں وہ یہ ہے کہ پڑھو تم چار رکعت
ہر رکعت میں سورہ فاتحہ اور کوئی دوسرا ایک سورہ پھر بعد قنات
کے حالت قیام میں کہو سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر
پندرہ مرتبہ پھر رکوع کرو اور وہی کلمہ دس مرتبہ پڑھو۔ پھر رکوع سے
سراوٹھا کر دس مرتبہ پھر سجدہ میں دس مرتبہ پھر جلسہ میں دس مرتبہ۔
پھر سجدہ میں دس مرتبہ پھر سجدہ سے سراوٹھا کر قیام سے پہلے بیٹھ کر دس مرتبہ
اوی کلمہ کو کہو۔ اس ترکیب سے ایک رکعت ہوئی جس میں پچتر مرتبہ وہ کلمہ پڑھا گیا
پھر ہر رکعت میں ایسا ہی کرو اگر تم سے ہو سکے تو یہ نماز ہر روز و نہ
ہر جمعہ میں ایک بار و نہ ہر مہینے میں ایک بار و نہ برس میں ایک بار

اور جو یہ بھی نہ ہو سکے تو عمر بھر میں ایک بار پڑھو۔ روایت کی اسکو
 ابو داؤد ترمذی ابن ماجہ۔ اور بیہقی رحمہم اللہ نے انتہی۔ دیکھئے
 کس قدر رحمت الہی ہے کہ صرف چار رکعت پڑھنے سے عمر بھر کے
 گناہ اگلے پچھلے صغیرہ کبیرہ وغیرہ سب معاف ہو جاتے ہیں۔
 تھوڑے فعل سے کثرت ثواب اور کیا اس سے زیادہ ہو سکتا ہے
 مگر شاید اسی وجہ سے کہ بہ نسبت حیثیت عمل کے ثواب بہت زیادہ
 ہے ابن جوزی نے اس حدیث کو بھی موضوعات میں داخل کر دیا
 اور یہ علت قائم کی کہ اس کی اسناد میں صدقہ ضعیف ہیں۔
 اور موسیٰ بن عبدالعزیز مجہول اور موسیٰ بن عبیدہ غیر معتبر ہیں۔
 امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے تعقیبات میں لکھا ہے کہ اکثر حفاظ حدیث
 نے ابن جوزی پر رد کیا ہے چنانچہ حافظ ابن حجر نے خصال مکفرہ میں
 لکھا ہے کہ برا کیا ابن جوزی نے جو اس حدیث کو موضوعات میں
 داخل کیا۔ اور سامانی وغیرہ میں لکھا ہے کہ اس حدیث کو امام بخاری نے
 قرات خلف امام میں اور ابو داؤد و ابن ماجہ نے اپنی صحیح میں
 اور حاکم نے مستدرک میں اور بیہقی اور ابن شاہین و اجرمی و خطیب
 و ابوسعید سمعانی و ابوموسیٰ و ابوالحسن و ابن الفضل منذری و ابن
 صلاح و نووی رحمہم اللہ وغیرہم نے روایت کی ہے اور ابن مندہ نے

اکثر حفاظ حدیث نے ابن جوزی کو رد کیا ہے

خاص اس باب میں ایک رسالہ تصنیف کیا ہے اور کہا دینی نے
 فردوس میں کہ صلوٰۃ التبیع اور نمازوں سے زیادہ ترجیح ہے۔
 روایت کی بیقی وغیرہ نے ابی حامد مشرقی سے کہ ایک بار میں مسلم کے
 پاس بیٹھا تھا اور میرے ساتھ حدیث صلوٰۃ التبیع تھی جو بہت حدیث
 عکرمہ عن ابن عباس مروی ہے مسلم نے دیکھ کر کہا کہ اس باب میں
 اس سے بہتر کوئی اسناد نہیں اور ذکر کیا ترمذی نے کہ ابن مبارک وغیرہ
 اہل علم نے بھی صلوٰۃ التبیع پڑھی اور اس کی فضیلت بیان کی
 اور کہا یہ بھی ہے کہ اس سے حدیث مرفوع کی تقویت ہوتی ہے۔
 ابن حجر نے لکھا ہے کہ کئی طریقوں سے یہ حدیث مروی ہے جس کو
 ابن راہویہ و ابن خرمیہ و حاکم و طبرانی و دارقطنی و ابن شاہین
 و ابونعیم و عبدالرزاق و غیرہم نے روایت کی ہے اور ابن جوزی نے
 جو صدقہ کی نسبت کلام کیا ہے سو شاید اول کو صدقہ ابن یزید
 خراسانی سمجھا ہو جو متروک ہیں۔ حالانکہ یہ صدقہ ابن عبداللہ ہیں
 جن کا لقب سہین ہے اور وہ متروک نہیں۔ اور جو موسیٰ بن عبیدہ
 میں کلام کیا ہے وہ بات مردود ہے اسلئے کہ موسیٰ کذاب نہیں ہے
 اور موسیٰ بن عبدالغزیز کو جو مجہول کہا اوس میں بھی خطا کی اس لئے
 کہ یحییٰ بن معین اور نسائی نے اول کی توثیق کی اور بہت لوگوں نے

اوان سے روایت لی ہیں انتہی لمخصاً پوری عبارت تعقیبات کی ہے
 حدیث لعیاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی صلوٰۃ التسبیح فیہ صدقین
 یزید الخراسانی ضعیف و حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما
 فیہ موسیٰ بن عبد العزیز مجہول و حدیث ابی رافع فیہ موسیٰ
 ابن عبیدۃ لیس بشئ قلت قد اکثر الحفاظ من الرد علی ابن
 جوزی فی هذا الحدیث قال الحافظ بن حجر فی النخصال
 المكفرة اساء ابن الجوزی یدکرہ ایاہ فی الموضوعات قال
 وقوله ان موسیٰ عبد العزیز مجہول لم یصب فیہ فان ابن
 معین والنسائی وثقاه وقال فی امالیہ حدیث ابن عباس
 اخرجہ البخاری فی القراءة خلف الامام وابوداؤد وابن ماجہ
 وابن خزمیہ فی صحیحہ والحاکم فی مستدرکہ والبیہقی و غیرہم
 وقال ابن شاہین فی الترغیب سمعت ابابکر بن ابی داؤد
 یقول سمعت ابی یقول صح فی صلوٰۃ التسبیح هذا قال موسیٰ
 بن عبد العزیز وثقه ابن معین والنسائی وابن حبان وروی
 عنہ خلق واخرج لہ البخاری فی القراءة هذا الحدیث بعینہ
 واخرج فی الادب حدیثانی سماکم الرعد وبعض هذه الامور
 ترفع الجہالۃ ومن صح هذا الحدیث او حسنه غیر من تقد

ابن منداه واللف فيه كتابا واجرى والخطيب وابوسع
 السمعي وابوموسى وابوالحسن وابن الفضل والمنذرى وابن
 الصلاح والنووى في تهذيب الاسماء واخرون وقال الذي
 في مسند الفردوس صلوة التسليم اشهر الصلوة واصحها
 اسنادا وروى البيهقي وغيره عن ابى حاتم الشافعى قال
 كنت عند مسلم بن الحجاج ومضى هذا الحديث عن عبد
 بن بشر يعنى حديث صلوة التسليم من رواية عكرمة عن ابن
 عباس فسمعت مسلما يقول لا يروى فيها اسناد احسن من هذا
 وقال الترمذى قد روى ابن مبارك وغيره من اهل العلم
 صلوة التسليم وذكرنى الفضل فيه وقال البيهقي كان عبد الله
 ابن المبارك يصليها وتداولها الصالحون بعضهم عن بعض
 وفي ذلك تقوية للحديث المرفوع قال الحافظ ابن حجر واقدم
 من روى عنه عند فحليها صريح ابى الجوزاء وابى بن عبد
 البصرى من ثقات التابعين وثبت ذلك عن جماعة بعدة
 وثبتها ائمة الطريقين من الشافعية والحديث ابن عباس
 هذا طرق فتابع موسى بن عبد العزيز عن الحكم بن ابان
 ابراهيم بن الحكم ومن طريقه اخرج ابن راهويه وابن

خزمية والحاكم وتابع عكرمة عن ابن عباس عطا وأخرجه
 الطبراني وأبو نعيم بسندٍ رجاله ثقات وأبو الجوزي أخرجه
 الطبراني والدارقطني في صلاة التيسيل من طريق ^{هذه} عندهما
 أخرجه الطبراني في الأوسط فهذا است طرق وأما حديث
 العباس فأخرجه الدارقطني في الأفراد وابن شاهين
 في الترغيب قال الحافظ ابن حجر وثن ابن الجوزي أن صد ^{قه}
 الذي فيه ابن يزيد الخراساني وليس كذلك إنما هو
 ابن عبد الله المعروف بالسمين ضعفه من قبل حفظه و ^{ثقة}
 جماعة فيصالح في المتابعات بخلاف الخراساني فإنه ما ^{له}
 وله طرق أخرى أخرجه إبراهيم ابن أحمد الحرفي في فوات ^{ده}
 وفي مسنده حماد بن عمر والنصي كذبوه وأما حديث أبي ^{رافع}
 فأخرجه الترمذي وابن ماجه قال الحافظ و قول ابن الجوزي
 أن موسى بن عبيدة علة الحديث مردود فإنه ليس ^ب بكذا
 مع ماله من الشواهد وقد ورد حديث صلاة التيسيل
 من حديث الفضل بن العباس أخرجه أبو نعيم في قربان
 المتقين وابن عمر وأخرجه أبو داود والدارقطني وابن
 شاهين في الترغيب والدارقطني والطبراني من طرق عنه

و علی اخرجہ الدارقطنی والواحدی فی الدعوات من طریق ^{عنه}
 وجعفر بن ابی طالب اخرجہ عبد الرزاق والدارقطنی من طریق ^{بق}
 عنه وانه عبد الله اخرجہ الدارقطنی امرسلة اخرجہ أبو نعیم
 والانساری هو جابر بن عبد الله وقال الحافظ انه ابو كبشة
 الانباری ومن مرسل اسماعیل بن دافع اخرجہ سعید بن
 منصور والخطیب فی صلوۃ النبیلہ انتھی ملخصا من احوالی
 الاذکار۔ ہر چند اس بحث میں تطویل ہوئی۔ لیکن اسکے ضمن میں
 یہ بات معلوم ہوئی کہ محدثین کے اجتہاد و استدلال ایک قسم پر نہیں ہیں
 کسی کی نظر مصالح سے متعلق ہوتی ہے اور کسی کی نفس اسناد سے۔
 کہا ابن جوزی نے کہ ان اسنادوں پر مجھے اطلاع نہ تھی سیوطی رحمۃ اللہ علیہ
 نے نقل کیا کہ ابن جوزی بڑے فاضل تھے ابن خلکان رحمۃ اللہ علیہ
 وفيات الاعیان میں اون کا حال لکھا ہے کہ وہ فن حدیث میں
 علامہ اور امام وقت تھے اون کے تصانیف اسقدر ہیں کہ اونکی
 عمر کا اور تصانیف کا حساب کیا گیا تو روزانہ نو جز ہوتے ہیں
 اونہیں سے اکثر فن حدیث میں ہیں سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے خاص
 کتابت حدیث کے لئے یہ اہتمام رکھا تھا کہ حدیث لکھنے کے لئے
 جب قلم تراشتے تو اسکا تراشہ اوٹھا رکھتے وہ اسقدر جمع ہو گیا تھا

کہ انتقال کے قریب وصیت کی کہ میرا غسل کا پانی اوسے سے گرم کیا جائے
چنانچہ ایسا ہی ہوا اور وہ تراشہ پانی گرم کرنے کے لئے کافی ہوا بلکہ
کچھ بچ رہا۔ باوجود اس جلالت شان کے اون کی نظر اون کتب و
پرچن سے تصحیح حدیث صلوٰۃ التسمیع ہوتی ہے کیا نہ ہوگی۔ غرض
کوئی ایک علت قائم کر کے حدیث کو موضوع قرار دینے سے اون کا
مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر یہ حدیث صحیح سمجھی جائے تو لوگ اون پر
اعتماد کر کے کہیں عمل نہ چھوڑ دیں۔ اسی طرح ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے
زیارت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ممانعت میں استدلال زور دیا کہ
جبئی حدیثیں زیارت کے باب میں وارد ہیں اون سب کو موضوع
قرار دیا۔ اس خیال سے کہ زیارت و توسل و استغاثہ وغیرہ سے شرک
لازم آتا ہے۔ شیخ تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی رد میں شفا و الشفا
تصنیف کی اور اوس میں اس خیال کی غلطی کر کے رجال اسانید اور
تخریج احادیث کے متعلق محققانہ بحث کی ہے اور ثابت کر دیا کہ وہ
سب حدیثیں صحیح ہیں اور توسل وغیرہ درست ہے۔ چنانچہ مولانا
محمد عبدالحی نور اللہ مرقدہ ظفر الامانی میں لکھتے ہیں قال المسخاوی
ومن افراد بعد ابن الجوزی فی الموضوع کرامیۃ الرضی الصنعانی
اللغوی ذکریہا احادیث من الشبہات للفضاعی والنجم للاقلشیہ

ابن تیمیہ کی زیارت کی ممانعت میں

وسائرهما كالاربعين لابن ودعان وفضائل العلماء المحمدين
 سمرور البليخي والوصية لعلي بن ابي طالب وخطبة الوداع
 وادب النبي صلى الله عليه وسلم واحاديث ابي الدنيا الاشج
 ونسطور ونعيم بن سالم ودينار الحبشي وابي هدية ابراهيم
 ونيشة سمعان النضر رضي الله عنه عن وجهها الكثير ايضا
 من الصحيح والحسن وما فيه ضعف يسير وللجوزقاني ايضا
 كتاب الاباطيل اكثر فيه من الحكم بالوضع بحج ومخالفة
 السنة وهو خطأ الا ان يتعد رايعهم وكذا اصف عمر بن
 بدر الموصلي كتابا سماه المغني عن الحفاظ والكتاب بقولهم
 لم يصح شيء في هذا الباب وعليه فيه مواخذات كثيرة وان
 كان له في كل من ابوابه سلف من الائمة خصوصا المتقدمين
 انتهى كلامه قلت ومن هذا القبيل رسالة الشوكاني المسماة الفوائد
 المجموعة في الاحاديث الموضوعة فان فيها احاديث صحيحة احاسن
 قد ارجع بأسرها فقهه وتقليده بالمشهد من المتساهلين في الموضوعات
 فعلى العارفين الماهر التوقف في قبول كلامه وتنقيح مراده في
 هذا الباب بل في جميع مسائل الزهنية فان له في تأليفاته الحديثية
 الفقهية اختياراتا شنيعة مخالفة لاجمالي الامة وعلماء

و تحقیقات مخالفہ للعقول والمنتقول کمالا یخفی علی ماہر
 الفروع والاصول یعنی موضوعات میں صنعانی نے ایک رسالہ اور
 جوزفانی نے کتاب لا باطل اور عمر بن بدر موصلی نے مننی لکھی جنہیں
 صحیح اور حسن حدیثیں موجود ہیں اور اسی طرح شوکانی نے ایک سالہ
 لکھا جس میں نا فہمی اور تقلید سے صحیح اور حسن حدیثیں داخل کر دیں
 اور رسوائے اسکے اونہوں نے اکثر تصانیف میں ایسے امور اختیار
 کئے جو مخالف اجماع ہیں اور ان کے اقوال میں توقف کرنا چاہیے غرض
 کبھی حرج و تعدیل میں قول مقید علیہ کی تائید مقصود ہوتی ہے جیسا کہ
 امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ خفیہ کے استدلالی حدیث کی تردید کے وقت
 راوی کے حال میں اقوال حرج نقل کرتے ہیں پھر اپنے مذہب کے
 استدلال میں جب کوئی حدیث انہیں راویوں سے روایت کیجاتی ہے
 تو اس پر استدلال کر لیتے ہیں۔ اس بات کو علامہ علاء الدین
 بارودینی رحمۃ اللہ علیہ نے جوہر النقی میں متعدد جگہ ثابت کر دی ہے
 اسی طرح کنز العمال میں حدیث فضائل عقیلانی کے بحث میں لکھا ہے
 کہ ابن جوزی نے اس حدیث کو موضوع کہا۔ لیکن ابن حجر عسقلانی نے
 قول مسدود میں اس کی تردید کی۔ الغرض اکثر یہ ہوتا ہے کہ حسب مقتضی
 و شان طبیعت وغیرہ ایک صحیح غرض حدیث کے پیش نظر ہوتی ہے

جس کے لحاظ سے اسناد پر غور کر کے جرح و تعدیل میں اور اقوال پر
 اعتماد کرتے ہیں جو مفید مدعی ہوں۔ دیکھ لیجئے حاکم رحمۃ اللہ علیہ کو
 مستدرک کی تصنیف کے وقت ملحوظ تھا کہ جس قدر روایتیں بخیرین
 یا احادیث کی شرط پر ملجائیں جمع کر دوں چنانچہ اس قسم کی روایتیں بکثرت
 جمع ہو گئیں جس کی نسبت ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ بکثرت میں لکھتے
 ہیں۔ ان المستدرک للحاکم کتاب کثیر جلد الصنف اولہ منہ
 صحیحہ کثیر زائد علی ما فی الصحیحین علی ما ذکر المصنف بعدہ
 ہو مع حرصہ علی جمع الصحیح الزائد علی الصحیحین واسع
 الحفظ کثیر الاطلاع عزیز الروایۃ فی بعد کل البعد ان
 یوجد حدیث بشرط الصحۃ لم یخرجہ فی مستدرکہ
 پھر ذہبی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ محدثین اس کی تنقیح کے طرف متوجہ ہوئے
 اور بہت سے حدیثوں میں کلام کر کے اور کو ضعیف بلکہ موضوع ثابت
 کر دیا وجہ اس کی یہ ہے کہ حاکم رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ تصحیح کے طرف تھی
 اور ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ تنقیح کی طرف ایسے موقع میں خواہ مخواہ
 بعض امور فطرت سے فرو گذاشت ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح ابن جوزی
 رحمۃ اللہ علیہ نے موضوعات اور ضعافات جمع کر کے طرف توجہ کی
 اور موضوعات میں ایک کتاب اور ضعافات میں ایک کتاب لکھی

ابن جوزی کی بعض بخاری اور بعض مسلم کی حدیثوں کو موضوعات میں داخل کرنا

جس کا نام علل تنہا ہیہ فی الاحادیث الواہمہ ہے۔ اور اس قدر جمع کیا کہ بعض بخاری و مسلم کی حدیثوں کو بھی موضوعات اور صفات میں داخل کر دیا۔ علیٰ ہذا القیاس جو کوئی کسی خاص مسئلہ میں رسالہ لکھنا یا تقریر کرتا ہے ہمہ تن توجہ اس کی اس بات پر ہوتی ہے کہ جسے حدیثیں اپنے مفید مدعی ہو سکیں سب ذکر کر دیے جائیں۔ اور حتی الامکان اون کی ضعف و علل کے اوٹھانے میں بحث کی جائے اگر کوئی اس کی تردید کی طرف متوجہ ہو تو معاملہ برعکس ہو جاتا ہے اس میں یہ ضرور نہیں کہ اون دونوں کا مبنی نفسانیت پر ہو بلکہ ہر ایک کی غرض صحیح ہوتی ہے جس کے پوری کرنے پر مقتضائے طبع وہ مجبور ہے اور ممکن ہے کہ بمصادق جہات الشیعی و صحر کے خطاب بھی ہو جائے اصل مقصود سے تقریر خارج ہو گئی کلام تو اس میں تھا کہ تھوڑے کام پر زیادہ ثواب کا ہونا قرینہ وضع نہیں جیسا کہ حدیث صلوٰۃ التبیح سے ثابت ہوا اسی طرح چھوٹے گناہ پر سخت وعید کا ہونا موضوعیت حدیث پر قطعی قرینہ نہیں ہو سکتا اسی طرح ترغیب و ترہیب مندری۔ و زواجر و غیرہ کتب سے معلوم ہو سکتا ہے کہ زیادہ سمعہ و غیرہ پر کسی کی سی وعیدیں وارد ہیں اور سوائے اسکے خود قرآن شریف میں ہے وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا مُتَعَدًّا فِجْرًا اَوْ لَا بَعْضَهُمْ خَالِدًا فِيهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ

وَأَعَدَّ لَهُ عَذَابًا أَبَدًا لِيَتِمَّ يَفْعُهُ جِسْمٌ فِي قَصْدٍ كَسَى سُلَامَانَ كَوَقْلٍ كَمَا تَوَجَّرَا
 اوس کی جہنم ہے اوس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور غضب اور لعنت کرے گا
 حق تعالیٰ اوس پر اور رہا کر رکھا ہے اوس کے واسطے بڑا عذاب اگرچہ
 قتل گناہ کبیرہ ہے مگر جزا اوس کی مثل جزا کے کفر کے خلو و نارجواں
 آیہ شریفہ سے معلوم ہوتی ہے اور یہ جزا بہ نسبت اوس فعل کے بہت
 سخت ہے۔ اگر کہا جائے کہ اس آیہ شریفہ میں تاویل کی گئی ہے تو
 ہم کہیں گے کہ اچھا ویسی ہی اوس حدیث میں بھی تاویل کر سکتے ہیں
 صرف قرینہ پر موضوع کہنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ احوال ان قرینوں
 سے یہی بات ثابت نہیں ہو سکتی کہ اوس سے حدیث قطعاً موضوع
 ہو جائے اب رہے وہ قرائن جو خارجی ہیں اور اون سے موضوعیت
 حدیث کی جانی جاتی ہے منجملہ اون کے ایک یہ ہے کہ کسی واقعہ میں ایک
 جماعت کثیرہ موجود ہو اور سوائے ایک شخص کے کسی نے اوس کو
 روایت نہ کی ہو یہ بھی قرینہ وضع ہے اسلئے کہ اگر وہ خبر صحیح ہوتی تو
 اور لوگ بھی اوس جماعت کے اوسکو روایت کرتے غور سے معلوم
 ہو سکتا ہے کہ اس سے بھی قطعیت وضع کی ثابت نہیں ہو سکتی اسلئے
 کہ کل حدیثیں کو محدثین کو پہنچی ہی نہیں تالیقین ہو کہ کسی دوسرے نے
 اوسکو روایت نہیں کی اور کل احادیث کا نہ پہنچایوں ثابت ہو سکتا

کہ محدثین کی کتابوں میں ایک لاکھ حدیثیں پائی جاتی ہیں جیسا کہ جوامع الاصول
 میں شیخ ابوالفیض محمد بن علی فارسی رحمۃ اللہ علیہ نے قول ابن جوزی
 رحمۃ اللہ علیہ کا نقل کیا۔ جس کا یہ ترجمہ ہے (حصہ احادیث کا امکاں
 بعید ہے مگر ایک جماعت محدثین نے قریب کتب میں کر کے نہایت شغل
 کے ساتھ حساب کیا چنانچہ ابوالمکارم کہتے ہیں کہ متون احادیث جو
 آج تک موجود ہیں ایک لاکھ تک پہنچے ہیں۔ حالانکہ اوپر یہ بات
 معلوم ہو چکی کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے ساڑھے سات لاکھ
 سے زیادہ حدیثوں کی خبر دی ہے اور اگر تعمق نظر سے دیکھا جائے تو
 معلوم ہو کہ ساڑھے ساٹھ لاکھ میں بھی انحصار کل احادیث کا نہیں ہو
 اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال اگر دن رات میں
 دہرائے گئے تو صرف کئی جاہیں تو صرف ایام نبوت کے اقوال تقریباً
 ایک لاکھ ہو جاتے ہیں۔ اور روایت ہر قول کی اگر دس ہی صحابیوں
 سے ہو۔ اس وجہ سے کہ ہر صحابی کی روایت مستقل ایک حدیث سمجھی
 جاتی ہے تو صرف اقوال احادیث دس لاکھ سے زیادہ ہو جاتے ہیں
 حالانکہ میں بحفاظ کہ مبنی نبوت کا کلام اور ارشادات پر ہے۔ اور صحابہ
 بھی ہزار ہا تھے یہ دس لاکھ بھی بہت کم ہونگے۔ پھر احادیث افعال
 و تقریر۔ اور صحابہ و تابعین کے اقوال و افعال اور اخبار کتب ضعیفہ وغیرہ

امور جن پر کہ اطلاق حدیث کا ہوتا ہے باقی رہ جاتے ہیں قال السنن
 ورحمة الله عليه في الفقه المغني وكذا اثار الصحابة والتابعين
 وغيرهم وفتا ولهم مما كان السلف يطلقون على كل حدیث
 اس پر ہر شخص خیال کر سکتا ہے کہ کل حدیثیں کس قدر ہونگی۔ ابن حجر
 عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا قول نکتہ میں
 نقل کرتے ہیں کہ ساڑھے ساٹھ لاکھ سے زیادہ حدیثوں سے مسند
 حدیثوں کا انھوں نے انتخاب کیا ہے۔ امام ذہبی نے طبقات میں
 لکھا ہے کہ احمد بن قرات کا یہ قول تھا کتبت عن الف سبع مائة
 یسعون وکتبت الف حدیث وخمس مائة الف فعلت من
 ذلك فی تالیفی خمس مائة الف یعنی سات لاکھ حدیثیں مجھے شیوخ
 پہنچی ہیں۔ پھر یہ احتمال نہیں کہ اوہیں کوئی حدیث موضوع وغیرہ ہو۔
 کیونکہ ابن عدی کا قول اسی میں نقل کیا ہے کہ میں نہیں جانتا کہ انھوں
 نے کوئی منکر روایت کی ہے کیونکہ وہ اہل صدق اور حفظ سے تھے
 اسی طرح امام احمد بن حنبل وغیرہ اکابر محدثین نے اول کی روایتوں کی
 توثیق کی ہے۔ طبقات الحفاظ میں امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے حافظ
 ابوعسال کے احوال میں لکھا ہے وہ کہتے تھے کہ صرف قرات میں مجھے
 پچاس ہزار حدیثیں یاد ہیں۔ تمنا سے کسی محدث نے کل صحیح حدیثوں

کے جمع کرنے کا قصد نہیں کیا اس لئے کہ یہ دعویٰ حیرانگاہوں سے خارج ہے
 صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے خلافت میں اسکا ارادہ فرمایا تھا
 مگر مصلحت نہ جانکر ترک کر دیا چنانچہ وہی رحمتہ اللہ علیہ نے طبقات
 میں لکھا ہے وقد نقل الحاکم بسندہ عن القاسم بن محمد
 قالت عائشة رضی اللہ عنہا جمع الحدیث عن رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم وکانت خمساً لہ حدیث فیات لیلہ
 یتقلب کثیراً قالت فغمی فقلت القلب بشکوی او لیس
 بلغک فلما اصبحت قال بذتہ ہلمی الاحادیث الی عندی
 فجئتہ بها فدا عابنا وخرقها الحدیث منہا اور مواقع کے ایک
 یہی ہے کہ مصنفین کو ہر تصنیف میں ایک قسم کا التزام ہوا کرتا ہے
 جس کی تکمیل میں زیادہ مدت صرف ہوتی ہے اور دوسرے مقاصد کی
 طرف توجہ کرنے کی نوبت نہیں آتی چنانچہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے
 جامع صحیح کی تصنیف کے وقت یہ التزام کیا تھا کہ جو ترجمہ الباب میں
 یا حدیث نقل کریں پہلے غسل کر کے دو رکعت نماز پڑھ لیتے۔ چنانچہ
 اسی وجہ سے سولہ سال میں وہ کتاب ختم ہوئی۔ جس کے ثبوت میں
 ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے مقدمہ فتح الباری میں لکھا ہے۔
 قال الحافظ ابو ذوالہروی سمعت ابا الہیثم محمد بن مکی الکھمی

یقول سمعت محمد بن یوسف العرنوی یقول قال البخاری
 ما کتبت فی کتاب الصحیح حدیثا الا اغسلت قبل ذلك
 وصلیت رکعتین وایضا فیها وعن البخاری قال صنف
 الجامع من ستمائة الف حدیث فی ست عشرة سنة
 اور افتتاح القاری میں محمد بن ابرہل رحمۃ اللہ علیہ لمین عراقی رحمۃ اللہ علیہ
 نے تاریخ ابی بکر خطیب سے نقل کیا ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے
 اول تراجم ابواب قائم کئے اور اس میں یہ التزام کیا کہ اول کویت
 نماز پڑھتے اور مابین قبر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم و منبر شریف کے ایک
 ترجمہ الباب لکھتے اس طرح شولہ برس میں حدیثیں اون ابواب میں
 داخل کیں کما قال الحافظ ابو احمد عبد اللہ ابن عدی الجرجانی
 وسمعت عید القدوسی ابن ہمام یقول سمعت عدی من المشائخ
 یقولون حول محمد بن اسمعیل البخاری تراجم جامعہ بین قبر
 النبی صلی اللہ علیہ وسلم و منبرہ وکان یصلی لکل ترجمۃ
 رکعتین فاؤل ما صنف البخاری فیما بلغنا من صحیحہ الابواب
 ثم سدا بعد بالاحادیث و مضی فی تقدیبه و تحریره ست
 عشر سنة اور عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی مقدمہ میں لکھا ہے قد رو
 ابن عدی عن جماعة من المشائخ ان البخاری حول تراجم جامعہ

بین قبر البنی صلی اللہ علیہ وسلم ومنبرہ وکان یصلی لکل
 توجہ رکعتین اگر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ یہ التزام نہ کرتے تو لاکھ حدیثیں
 صحیح جس کی خبر خود دیتے ہیں کما فی المقدمۃ المذکورہ وقال محمد بن
 حمدویہ سمعت البخاری یقول احفظ مائۃ الف حدیث صحیح
 برآسانی ایک ہی کتاب میں جمع کر سکتے تھے کیونکہ اون کو تصنیف کے
 وقت کتاب دیکھنے کی کوئی ضرورت نہ تھی یہ سب حفظ کی تمام حدیثیں
 اون کے پیش نظر تھیں احادیث کی تدوین میں اگر اون کو تکلیف
 تھی تو صرف لکھنے کی تھی اس خیال سے اگر وہ خود نہ لکھ کر اپنے شاگردوں
 کے ہاتھ سے لکھواتے تو جو سولہ برس کی مدت میں اون کے ذاتی
 التزام سے (چار ہزار حدیثیں) لکھی گئیں کم مدت میں (لاکھ حدیثیں)
 برآسانی لکھ دیتے قال ابن الصلاح رحمۃ اللہ علیہ فی مقدمتہ
 وجملۃ ما فی کتاب البخاری الصحیح سبعة آلاف ومائتان وخمسة
 وسبعون حدیثا بالاحادیث المکررۃ وقد قبل انہا باسقاط
 المکررۃ اربعۃ الاف حدیث مکررا وشماکی رائے کیا امام بخاری رحمۃ اللہ
 علیہ کی رائے سے بڑھ سکتی ہے ہرگز نہیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے
 افعال اور اون کے عادات کا صدور خلوص کے سوا نہ تھا اور کوئی کام
 جس میں حق تعالیٰ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا مندی کا ذریعہ نہ ہو کر

معلوم نہیں بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس التزام میں کیا کیا انوار اور برکات
کا مشاہدہ فرمایا جو کل احادیث کے جمع کرنے پر جو ایک جلیل القدر کام تھا
اس کو ترجیح دی۔

۳ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ہر ایک حدیث اور ترجمہ الباب کے
لکھنے کے قبل غسل کر کے مقام مقدس میں دو رکعت نماز پڑھنے کا جو
التزام کیا تھا وہ نہایت خوش اعتقاد ہی پر مبنی ہے۔ چند امور خیر کا
خاص امر میں التزام کرنا کوئی قباحت نہیں بلکہ مستحسن ہے جس پر احادیث
مستند جو آئندہ مذکور ہیں دلیل ہو سکتے ہیں۔

فعل امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس بات پر دلیل ہے کہ کوئی بات کا
التزام یا تعین کرنا مباح و مستحب امور میں مکروہ نہیں رہی یہ بات کہ
التزام کا یہ اثر ہوگا کہ جہلا اس کو دینی ضرورت سمجھیں گے جس
زیادت فی الدین جو ایک امر قبیح ہے لازم آئے گی۔ اس کا جواب
یہ ہے کہ اس زمانہ میں جہلا تو کیا بلکہ اکثر وہ لوگ جو احکام دین سے واقف ہیں
نماز تک بھی نہیں پڑھتے جس کا اہتمام سب سے زیادہ چاہئے۔ اگر یہ لوگ
ان امور میں دینی ضرورت سمجھیں گے تو بحسب مقتضائے طبع او نکو بھی
مضروریات میں شراب کر کے خود چھوڑ دیں گے اس سے ظاہر ہے کہ جہلا
لوگوں کو ضروریات دین میں اہتمام نہیں اگر کسی کار خیر میں اہتمام یا التزام

کریں تو اوس سے اون کی کوئی غرض اور جہت ہوتی ہے جیسے امام بخاری رحمۃ اللہ
 علیہ کی تعین والتزام میں دوسری جہت تھی جو اون کی جلالت شان سے ظاہر
 ہے کہ اوہوں نے وہ التزام و تعین دینی ضرورت سمجھ کر نہیں کیا اسی طرح جہلاً
 کی حالت اس بات پر دلیل ہے کہ وہ التزام و تعین کو کسی امر میں فرض و واجب
 نہیں سمجھتے مثلاً وقت معین میں مولود شریف کا التزام اور اوس میں بعض امور
 مستحبہ کا اہتمام اسوجہ سے ضروری سمجھتے ہیں کہ محبت آنحضرت صلی اللہ علیہ
 کی ہر امانت کو ضروری ہے اور یہ امور اوس پر من و جبر دلیل ہیں اس سے
 یہ نہیں سمجھا جاسکتا کہ اصل دین میں کوئی چیز بڑھا دی گئی۔ ہاں ان دنوں
 ضروری سمجھنے کے لئے جو جہت قائم ہوئی وہ یہ ہے کہ اوس کو شعار مذہب
 اہل سنت و جماعت کا قرار دیا (اسلئے کہ وہ ابید نے اوسکے ترک کو ضروری سمجھا
 جس سے اون کے مذہب کا شعار سمجھا جاتا ہے۔ جب علماء نے مولود شریف
 فاتحہ سوم وغیرہ امور خبریہ میں تشدد شروع کر دیا اس لحاظ سے کہ فقہاء نے
 مطلقاً تعین کو مکروہ لکھا ہے اور اون کی بات کو بعض لوگوں نے مان لیا
 اور اون کے ذہنوں میں یہ بات متمکن ہوئی کہ مولود شریف وغیرہ بالکل منع
 تو وہ بیچارے جہلاً کیا جانیں کہ مکروہ اور حرام میں کیا فرق ہے اور حرام
 لہذا کیا ہے۔ اور حرام لغیرہ کیا۔ اسلئے اون لوگوں نے منع میں استفادہ تشدد
 و اہتمام شروع کر دیا جو حرام میں چاہئے۔ غرض ان علماء کی خبریات میں تشدد و کڑنکا

کوئی امر جہت میں کسی عمل کا التزام کرنا

یہ اثر ہوا کہ ایک فرقہ نے اون کو منع لینے حرام سمجھ لیا اور اون کے مقابل کی
جماعت نے یہ سمجھا کہ منع کرنے والے وہابی ہیں جن کا مقصود صرف یہی ہے
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کسی طرح دلوں سے دور کی جائے اور
کوئی فعل ایسا صادر نہ ہو جس میں تعظیم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہو اس وجہ سے
ان لوگوں نے اپنے مذہب کا ادسکو شعار ٹھہرا کر اوس میں اہتمام رکھا یا اور
طرفین میں مسابقت مذہبی کی وجہ سے تعصب و خصومت قائم ہوئی
جس کے آثار یہ ظاہر ہوئے کہ سب و شتم مار پیٹ مسلمانوں میں ہر طرف ہو گئی
مثلاً ان امور کا صرف طرفین کی نفسانیت ہے ورنہ دین سے اس کو کوئی
تعلق نہیں۔ چنانچہ ایک معتبر صاحب اپنا دیکھا ہوا واقعہ بیان کرتے تھے
کہ کلکتہ کی مسجد میں غیر مقلد صاحب نے نماز میں بلند آواز سے آمین کہا مقلد
نے جو وہ بھی نماز ادا کر رہے تھے جواب میں بڑا آواز بلند کہا (شالا) جو گالی
زبان میں سخت گالی ہے۔ دوبارہ غیر مقلد صاحب نے آمین کا اعادہ کیا۔
تو پھر مقلد صاحب نے اوسی لہجہ میں بلند آواز سے کہا (شالا بنا شالا) پھر
غیر مقلد صاحب نے تیسرے مرتبہ اوسی طرح آمین کہا۔ اب مقلد صاحب رہ نہ سکے
اور مارے غصہ کے نماز توڑ کر غیر مقلد صاحب پھر جا گئے اور آپس میں خوب
مار پیٹ ہوتی رہی۔ اگر نشا اسکا نفسانیت نہیں تو آمین کے لفظ پر استغناء
برہم ہونے کی کوئی وجہ نہ تھی۔ شافعیہ برابر آمین پھر کہتے ہیں کسی کو برا نہیں

ہوتا اس میں شکاٹ نہیں کہ مقلد نے بہت زیادتی کی مگر اسکے ساتھ یہ بھی قابل
 غور ہے کہ غیر مقلد نے جو بار بار شالاک کے جواب میں آمین کہا جو ولا الضالین
 کے بعد کہنا تھا جس سے خفیوں کی اشتعالک مقصود تھی اور ثواب کے بدلے
 دنیا ہی میں خصومت باہمی سے گالی وضع کی گئی اعوذ باللہ من ذلک
 الجال دونوں فرق میں بے وجہ عداوت کا مادہ پیدا ہو گیا جو مسلمانوں
 میں نہ چاہئے یہ ساری خرابیاں اوس ایک بات کا نتیجہ ہے جو مولوی صاحب
 نے ایک امر مکروہ کے منع کرنے میں اپنا سارا علم خرچ کر دیا۔ بالفرض اگر کرا
 بھی ان امور کی مان لی جائے جب بھی منع کی ضرورت نہیں الاشیاء النظار
 اور جموی میں لکھا ہے لیس زماننا زمان اجتناب المشبهات و
 عن ابی یحییٰ ابراہیم انہ سئل عن هذه المشبهات ای عما یکن
 الی الحوام اقرب فقال لیس هذا زمان المشبهات ان الحوام اغتار
 یعنی ان اجتنبت الحوام کفالت کن فی الجنحین یعنی بزرگ نہ کروہ تحریمی
 سے بچنے کا نہیں ہے اگر حرام سے ہی اجتناب کر لیں تو کافی ہے اور یہی بات
 اس حدیث شریف سے بھی معلوم ہوتی ہے عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ
 علیہ وسلم قال انکم فی زمان من ترک منکم عشر ما امر بہ ہلک
 تقریاتی زمان من عمل منهم لعشر ما امر بہ بقاء رواہ الترمذی
 یعنی فرما ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے کہ تم لوگ ایسے زمانہ میں ہو

اگر کوئی دسویں حصہ پر عمل نہ کرے گا ہلاک ہوگا پھر ایک زمانہ ایسا آئیگا جو
اگر کوئی شخص دسویں حصہ پر بھی عمل کرے گا وہ نجات پائے گا۔ وعن جابر
رضی اللہ عنہ قال اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم النعمان بن قویقل
فقال یا رسول اللہ ارایت اذا صلیت المکتوبة وحرمت الحرام
واحللت الحلال ادخل الجنة فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم
نعم یعنی حرام کو حرام اور طلال کو طلال سمجھنا نجات کے لئے کافی ہے۔
وہی نئے طبقات میں روایت کی ہے من مراسیل ابن ابی صلیب کہ
ان الصديق جمع بعد وفاة النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال
انکم تحذرون عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احادیث
یختلفون فیہا والناس بعد کمراسد اختلافافلا تحذروا
عن رسول اللہ شیئاً فمن سألکم فقولوا بیدنا ویدیکم کتاب اللہ
فاستحلوا احلالہ وحرموا حرامہ یعنی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے
بعد وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو جمع کیا اور فرمایا کہ تم
لوگ اختلافی روایتیں مت بیان کیا کرو اگر اس قسم کا تم سے سوال کیا جائے
تو کہہ دو کہ قرآن شریف کافی ہے جو چیز اوس میں حلال ہے اوسکو حلال اور
جو حرام ہے اوسکو حرام سمجھو۔ اب جو لوگ طلال کو حرام سمجھنے لگے کس قدر
اون کی خرابی کا باعث ہوا کیونکہ طلال کو حرام اور حرام کو حلال سمجھنا

جس طرح ہے ظاہر ہے اگر تاویلات بھی کی جائیں تو گو کفر نہ ہی گناہ خالی
 جس طرح میلاد شریف کے مسئلہ میں تشدد کیا جاتا ہے اسی طرح تعین فاتحہ
 سوم کے منع میں بھی سخت کوشش کی جاتی ہے حالانکہ واضح فاتحہ سوم کو
 اس روز کی تعین سے یہ مقصود تھا کہ اس حدیث شریف پر عمل ہو اگر
 جو بخاری شریف میں ہے عن زینب بنت ابی سلمہ قالت لما
 جاءني ابی سفيان من الشام دعيت ام حبيبة رضي الله عنها
 بصفرة في اليوم الثالث فسمعت عاذ ضها و ذراعها و قال
 اني كنت عن هذا انفسه لولا اني سمعت النبي صلى الله عليه وسلم
 يقول لا يحل لامرأة تؤمن بالله واليوم الآخر ان تتحد على عت
 فوق ثلث الاعلى زوج فانها تحدد عليه اربعة اشهر يعني رواية
 زینب بنت ابی سلمہ سے کہ جب ابوسفیان کے انتقال کی خبر شام سے آئی
 ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے ایک قسم کی خوشبو منگا کر اپنے رخساروں اور
 ہاتھوں پر ملیں اور فرمائیں کہ مجھے اس کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ میں نے
 حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی کہ آپ فرماتے تھے ایمان والی
 عورت کو حلال نہیں کہ سوائے اپنے شوہر کے تین دن سے زیادہ کسی
 برتوگ کرے۔ البتہ اسکو شوہر پر چار مہینے دس دن سوگ کرنا چاہیے۔
 اس حدیث شریف سے تعین روز سوم کی اصلیت ثابت ہوتی ہے کہ

غنہائے مدت سوگ اور شیرنی اور فواکہ موسمی اور خوشبو مجلس فاتحہ سوم
 میں حاضر کر نیکی لئے ہی اخذ اہل ہے کیونکہ امام جسیہ رضی اللہ عنہا نے بلا ضرورت
 خوشبو ملیں۔ اسی وجہ سے یہ اشیاء ہمارے ملک میں خاص ایام ماتم میں
 چھوڑ دیے جاتے ہیں جس طرح شیعہ محرم کے ایام میں پان ترک کر دیتے ہیں
 ویسا ہی فواکہ اور مٹھائی غم کے ایام میں نہیں کھاتے۔ اس مجلس میں ان
 چیزوں کے لانے سے یہ مقصود ہے کہ سوگ واری ختم کر دیگی گویا یہ تعینات
 امثال امر شائع پر قرینہ فعلی قائم کر دینا ہے بلکہ خود اسکو ایک لحاظ سے
 اگر عین امثال کہیں تو بے موقع نہ ہوگا۔ غرض تقریب فاتحہ سوم بھی بے
 نہیں جواب انصاف کو رفع نزاع کیلئے اسقدر کافی ہے اور حنکو جھکڑا ٹرھانا
 یا مادہ مخالفت باہمی قائم رکھنا منظور ہے تو اسکا علاج نہیں طرفین کی
 تحریرات ان مسائل میں قیامت تک ختم نہ ہونگے اگرچہ نظام ہر ان تحریرات
 کا نام اظہار حق اور مناظرہ رکھا جاتا ہے مگر فی الحقیقت خدا جانے کیا ہے
 در مختار میں لکھا ہے المناظرۃ فی العلم لنصرة الحق عبادة و
 لاخذ ثلثة حرام بقہر مسلم و اظہار علم و میل ذنب او مال او
 قبول اور منجملہ اون موانع کے جس کی وجہ سے کل حدیثیں محدثین کو یہیں
 پہنچیں ایک یہ ہے کہ طبیعتوں میں اون حضرات کے احتیاط تھی چنانچہ
 مسلم شریف میں روایت ہے عن ابن ابی ملیکہ قال کتبت الی ابن

عباس رضی اللہ عنہ رسالۃ ان یکتب لی کتابا ویخفی عنی فقال
ولدنای صحتنا اختار له الامور اختیارا و اخفی عنہ یعنی ابن ابی
ملیکہ رحمۃ اللہ علیہ نے ابن عباسؓ کو خط لکھا کہ جن حدیثوں کا اظہار مناسب
معلوم ہو آپ تحریر فرماویں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ لوگ کا
خیر خواہ معلوم ہوتا ہے اس لئے میں چند امور اس کے لئے انتخاب کے
لکھ بیٹھا ہوں اور جو قابل اخفا ہیں ان کو مخفی رکھتا ہوں بخاری شریف
میں ہے کہ حجاج بن یوسف نے انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے سخت ترین عقوبت کو انسی بیان فرمائی۔ انس
رضی اللہ عنہ نے قصہ عرینہ کا بیان کیا کہ جن لوگوں نے اسلام لاکر عذر کیا
اور اونٹ بانک لینگے اور چرواہے کو قتل کر ڈالا اور کو سخت سزا دی گئی تھی
حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کو جب یہ خبر پہونچی تو کہا وددت انہ لہو یحیئہ
بہذا یعنی اگر انس رضی اللہ عنہ حجاج کو یہ حدیث نہ بیان کئے ہوتے تو بھلا
کیونکہ اس ظالم کو اس سے جرأت پیدا ہوگی۔ حسن بصری کو اس حدیث
کا بیان کرنا ناگوار ہوا اور داری میں ہے عن نعمان بن قیس ابن عبید
دعا بکتبہ فجاہا عند الموت وقال انی اخاف ان یلیہا قوم فلا
یضعونہا فی مواضعہا یعنی نعمان کہتے ہیں کہ عبیدہ نے اپنے انتقال کے
وقت اپنی ساری کتابیں منگو کر سب کو دھو ڈالا اور کہاتے تھے خوف تھا

کہ کہیں یہ کتابیں اون لوگوں کے ہاتھ نہ لگ جائیں اور موقع پر اون کا استعمال نہ کریں۔ بعض محدثین بہت سی روایتیں خوف سے بیان کر چناںچہ اسد الغابہ میں لکھا ہے کہ اوزاعی اور زہری رحمہما اللہ نے نبی کریم کی حکومتی خوف سے فضائل اہل بیت میں کوئی روایت بیان نہیں کی۔ اتحاف الفرقہ میں امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے تہذیب سے نقل کیا ہے کہ یوسف بن عبید کہتے ہیں میں نے حسن بصری سے پوچھا آپ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کو نہیں پایا پھر بلا واسطہ حضرت کا قول کیسے بیان کرتے ہو جواب میں کہا کہ تم نے تو ایسی بات پوچھی جو اب تک کسی نے نہیں پوچھی تھی اگر مجھ کو تم سے خاص تعلق نہ ہوتا تو میں ہرگز نہ کہتا۔ تم جانتے ہو کہ میں کس زمانہ میں ہوں۔ حجاج کی عمارت میں ہونے سے جو روایات علی کریم اللہ وجہہ سے میں نے سنی ہیں اون کا نام لے سکتا ہوں نہ اون روایات کو زباناں پر لا سکتا ہوں۔ صرف قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہہ دیتا ہوں اور بعض سلاطین نے بلحاظ مصلحت ملکی لوگوں کو بعض علماء کے پاس بیٹھنے سے منع کر دیا تھا چناںچہ یہی رحمۃ اللہ علیہ نے طبقات الحفاظ میں لکھا ہے قال ابو یونس القوی د خلنا المسجد فاذا اسعید بن المسیب جالس وحده قلت ما شانہ قالوا نحن ان نجالسہ احدا اور تفیل روایت ہونیکا یہ بھی ایک باعث ہوا جو علی کریم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ

در حدیث اربعہ

بھی ثابت ہے اسی بنا پر اکثر صحابہ و تابعین وغیرہم نے روایت کو ثابت کیا
 چنانچہ فتح الباری میں مصرح ہے۔ مگر چونکہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا اجتہاد
 صدیقہ رضی اللہ عنہما کے اجتہاد کے موافق تھا اس لئے انہوں نے روایت
 روایتیں ذکر کیں۔ اگر کہا جائے کہ بخاری شریف کی کل روایتیں و التسلیم
 ہیں تو جواباً کہہ سکتے ہیں کہ محلی عنہ کے وجود پر ان سے ظن غالب ہوتا ہے
 نزدیک وہ سب قطعی ہو سکتے ہیں۔ اور نہ سب واجب العمل ہیں جن کی تصریح
 سورۃ واللیل میں دیکھ لیں۔ چنانچہ بخاری شریف میں یہ روایت ہے عن علقمہ
 قال دخلت فی نفر من اصحاب عبد اللہ الشامر فسمع بنا ابوالدعاء
 فانانا فقال افيكم من لقرأ فقلنا نعم قال فاتيكم اقرافاشارا
 الى فقال اقرافقرأت والليل اذ الیغشی والنهار اذ الیجلی والذکر والذکر
 قال انت سمعت من فی صاحبك قلت نعم قال فانا سمعنا من فی البنی
 صلی اللہ علیہ وسلم وهؤلاء یا یون علینا یعنی روایت ہے علقمہ سے
 وہ کہتے تھے کہ میں عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگردوں کی جماعت
 میں ملک شام گیا ابوالدیر دار رضی اللہ عنہ کس کر ہمارے پاس آئے
 اور پوچھا کہ تم میں کوئی قاری بھی ہے ہم نے کہا ہے۔ کہا سب سے بہتر
 پڑھنے والا کون ہے سمجھوں نے میری طرف اشارہ کیا۔ مجھ سے کہا کہ کچھ
 پڑھو میں نے پڑھا واللیل اذ الیغشی والنهار اذ الیجلی والذکر والذکر

و حال کے وجود کا انکار کیا اور جتنی صحیح روایتیں اس باب میں وارد ہیں
 ان سب کو رد کر دیا۔ علیٰ ہذا القیاس بروافض وغیرہ کا بھی یہی اعتقاد ہے
 ورنہ ظاہر ہے کہ اگر دونوں فریق کل روایات کو مان لیتے تو خلافت باقی نہ رہتا
 اور سب ملکر ایک ہی مذہب و مشرب ہو جاتے حالانکہ محدثین میں
 ہر مذہب و مشرب کے لوگ موجود ہیں۔ چنانچہ بخاری شریف کے
 اسانید میں رافضی۔ خارجی۔ مرجی۔ جبری۔ قدری۔ جہمی وغیرہ موجود
 جس کے ثبوت میں مقدمہ مستح الباری وغیرہ شاہد مدعی ہے۔ غرض جس
 راوی کے مذاق و اجتہاد کے مطابق جو روایت نہیں ہوئی اس کے اوکی
 روایت نہیں کی۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 کی روایت کے باب میں موقوف روایتیں ذکر کیں جس سے استفادہ معلوم
 ہوتا ہے کہ عائشہ صدیقہ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما نے اپنے قیاس
 کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج جبریل علیہ السلام کو
 صلی صورت میں دیکھا اور حق تعالیٰ کو نہیں دیکھا اسوجہ سے حق تعالیٰ فرماتا
 لَا تَرِیْہُ الْاَبْصَارُ۔ وَ مَا کَانَ لِلبَشَرِ اَنْ یَّکَلِمَہُ اللّٰہُ الْاَوْحَیَّ
 اَوْ یَنْوِیَّ وَ ذَا عِجَابٍ حالانکہ نووی رحمۃ اللہ علیہ شرح مسلم شریف میں آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم کا حق تعالیٰ کو دیکھنا بروایات صحابہ کبار ثابت کرتے ہیں
 جو ذیل میں درج ہے۔

مذہب روافضی و جہمی و جہمی و جہمی

روى عن ابن عباس أنه رأى بعينه ومثله عن أبي ذر وكعب والحسن
 كان يحلف على ذلك وحكى مسنده عن أبي هريرة وأحمد
 بن حنبل وحكى أصحاب المقالات عن أبي حسن الأشعري وجماعة
 من أصحابه أنه رأى ^{في} الحجج في هذه المسئلة وإن كانت كثيرة ولكن
 لا نتمسك إلا بالاقوى منها وهو حديث ابن عباس التميمي أن
 تكون خلة إبراهيم والكلام لموسى والرؤية لمحمد صلى الله عليه
 وسلم وإن عكرمة سئل ابن عباس هل رأى محمد صلى الله عليه وسلم
 ربه قال نعم وقد روى بإسناد لا بأس به عن شعبة عن قتادة عن
 أنس قال رأى محمد صلى الله عليه وسلم ربه والاصل في الباب
 حديث ابن عباس حبر الأمة والمرجوع اليه في المعضلات وقد
 راجعه ابن عمر في هذه المسئلة وسئل هل رأى محمد صلى الله
 عليه وسلم ربه فأخبره أنه رآه ولا يقدح في هذا حديث عائشة
 فان عائشة لم تخبر أنها سمعت النبي صلى الله عليه وسلم يقول
 لم أر ربي وإنما ذكرت ما ذكرت متأولة والخاصل أن الراجح عند
 أكثر العلماء أن رسول الله صلى الله عليه وسلم رأى ربه بعينه رآه
 ليلة الإسراء لحديث ابن عباس وغيره مما تقدم وإن ثبت
 هذا إلا يأخذونه إلا بالسمع من رسول الله صلى الله عليه وسلم

هذا مما ينبغي ان لا يتشكك فيه اور ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری
 میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حق تعالیٰ کو دیکھنا اور آیات صحیحہ ابن عباس
 رضی اللہ عنہ سے ثابت کیا اور نقل کیا ہے کہ ضروری نے حضرت امام احمد
 بن حنبل رحمۃ اللہ عنہ سے پوچھا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا جو قول ہے۔
 (جس نے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا اور اس نے حقتا
 پر اقرار کیا) آیا قول کس طرح رو کیا جائے۔ حضرت امام نے کہا کہ آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول سے کہ دایت دینی فرمایا ہو سکتا ہے
 کیونکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمودہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول
 بزرگ ہے۔ اسی طرح حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا وہ بائیمہ
 کہتے تھے کہ واللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا۔ غرض ان
 صحیح روایات کو جن کے وثوق پر عائشہ رضی اللہ عنہا کے اجتہاد کو رد کرنا
 اور روایت کی ثبوت میں قسم کھا لینا ان اکابر دین پر آسان ہو گیا تھا
 امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر نہیں کیا کیا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو یہ
 روایتیں نہیں پہونچیں تھیں۔ حالانکہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت مرفوعہ
 نہیں صرف اذکار اجتہاد تھا جو استدلال سے ظاہر ہے۔

اسی طرح ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بھی روایت پر قرآن شریف سے
 استدلال کیا اور مزید براں روایت (رأیت ربی) امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے

سن کر کہا کیا تم نے اپنے اُستاد سے ایسا ہی سنا ہے میں نے کہا جی ہاں۔
 میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس دہان مبارک سے ایسا ہی
 سنا ہے اور یہ لوگ انکار کرتے ہیں۔ اور بخاری شریف میں ہے عن ابن عباس
 رضی اللہ عنہ قال لما نزلت وانزل وعشیرتک الاقربین الیحدیث
 وفی اخرہ فنزلت (تبت ید ابی لہب) وقد ثبت ہکذا اقرا
 الاشمش یومئذ یعنی ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ تبت ید
 ابی لہب وقد ثبت نازل ہوا اور یہ روایت بھی بخاری شریف میں ہے
 عن یحیی عن الحسن قال اکتب فی المصحف فی اول الام بسلم اللہ
 الرحمن الرحیم واجعل بین السورتین خطاً یعنی فرمائے حسن بصری
 رحمۃ اللہ علیہ نے کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم صرف قرآن شریف کے شروع میں
 لکھنا چاہئے۔ اور دو سورتوں کے بیچ میں خاصہ کے لئے ایک خط کھینچنا
 کافی ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ روایتیں خلافت اجماع امت ہیں۔ غالباً امام
 بخاری رحمۃ اللہ علیہ بھی ان روایتوں پر عمل نہ کرتے ہونگے۔ اس قسم کے
 امور میں ائمہ فن ہی کی تقلید ضرور ہے ورنہ عثمان بن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ
 کی مثل صادق آتی ہے جن کا احوال میزان الاعتدال میں ذہبی رحمۃ اللہ علیہ
 نے لکھا ہے کہ وہ بڑے جلیل القدر محدث ہیں۔ بخاری مسلم رحمۃ اللہ علیہ
 نے صحیحین میں ان پر اعتماد کیا ہے مطمئن کہتے ہیں کہ ایک روز عثمان نے

یہ پڑھا (فَضْرَبَ بَيْنَهُمُ لَبُورًا نَابَ) لوگوں نے کہا آپ یہ کیا پڑھتے ہو
 آیت شریفہ تو یوں ہے (فَضْرَبَ بَيْنَهُمُ لَبُورًا نَابَ) اس آیت شریفہ
 کا یہ مطلب ہے کہ قیامت کے دن منافقین مسلمانوں سے کہیں گے کہ ہمارا
 انتظار کرو تاہم بھی تمہارے نور سے روشنی لیں۔ اہل ایمان اور ان سے
 کہیں گے اگر ممکن ہو تو پیچھے لوٹو اور نور دھونڈ لاؤ یعنی دنیا سے یہاں
 نور لانا چاہئے۔ منافق یہ سن کر پیچھے لوٹیں گے ساتھ ہی ایک بڑی دیوانہ
 کھینچ جائیگی اوسیں اہل ایمان داخل ہونیکے لئے دروازہ ہوگا جسکی خبر
 حق تعالیٰ اس آیت سے دیتا ہے (فَضْرَبَ بَيْنَهُمُ لَبُورًا نَابَ)
 اگر فَضْرَبَ بَيْنَهُمُ لَبُورًا نَابَ پڑھا جائے تو یہ مطلب ہوگا کہ
 ساتھ ہی ایک بٹی ان کے درمیان ماری جائے گی جسکو ناب یعنی کوچلی گی
 کہا حمزہ کی قرأت ہمارے پاس بدعت ہے ابراہیم بن خضاف کہتے ہیں
 کہ ایک روز عثمان نے پڑھا جَعَلَ السَّفِينَةَ فِي رَحْلِ أَخِيهِ لَوْ كُنْتُ
 كَمَا كَانَتْ قُرْآنَ مجید میں تو یوں كَجَعَلَ السَّفِينَةَ فِي رَحْلِ أَخِيهِ کہا عاصم کی
 قرأت میں نہیں پڑھنا۔ حسن بن حبیب کہتے ہیں کہ ایک روز انہوں نے
 الم تر كيف کی تفسیر میں بجائے الم تر كيف الف لام ميم تر پڑھا۔ اہل
 بن محمد قشیری کہتے ہیں کہ (من الجوارح مکتبین) میں من بخوارج مکتبین
 پڑھا۔ خطیب اپنے جامع میں لکھتے ہیں کہ جیسی تصحیف قرآن کی عثمان بن ابی

سے منقول ہے کسی محدث سے نہیں۔ غرض ہر فن کے ائمہ کی تقلید چھوڑ دینے میں
 اسی قسم کی خرابیاں ہوتی ہیں۔ ورنہ عثمان جیسے محدث کا اس طرح آیتوں کا
 پڑھنا امر حیرت خیز ہے جو معمولی طالب علم ترجمہ والے سے بھی ایسی غلطی نہ ہوگی
 عثمان بن ابی شیبہ کبھی حمزہ کی اور کبھی عاصم کی تقلید کا انکار کرتے تھے
 اس سے حکایت حال غیر تقلیدین مقصود ہے کہ جو لوگ ائمہ فن کی تقلید
 نہیں کرتے نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ لفظ لفظ پر اون سے غلطی ہونا ممکن ہے۔
 سلامتی اسی میں ہے کہ ہر فن کے اکابر اور علما کی تقلید کی جائے۔ اور جو امام
 احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، قد جمعت المسند والفتا من اکثر سبعین
 الف وخمسين الفا حکما فی جواہر الاصول اس سے انحصار کل
 احادیث کا معلوم نہیں ہو سکتا۔ محال واقع میں حدیثیں بہت تھیں اکثر
 منقود ہو گئیں وجہ اس کی یہ ہوئی کہ بنظر (من کذب علی متعمداً)
 کبھی اول تو خود صحابہ ہی روایت کرنے میں بہت احتیاط کرتے تھے چنانچہ
 حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے باوجود اس قدر طویل ملازمت کے کل
 تین سو روایتیں ہیں۔ پھر جس قدر صحابہ سے روایتیں پہنچیں وہ بھی
 سب باقی نہیں رہیں اس لئے کہ اسی زمانہ کے قریب میں بہت وضاع و کذاب
 پیدا ہو گئے اور محدثین کو اکثر احتیاط کرنی پڑھی پھر احتیاط کی نوبت یہاں تک
 پہنچی کہ ادنیٰ ادنیٰ بات پر بہت سی احادیث چھوڑی جاتی تھیں۔ چنانچہ

ابن الصلاح نے معرفت انواع علیہم حدیث میں لکھا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ
 کسی نے شبہ سے پوچھا کہ فلاں شخص کی حدیث کو آپ نے کیوں چھوڑ دیا۔ کہا
 (دأیتہ یرکھن علی بردون فذکرت حدیثہ) یعنی وہ شخص گھوڑے کو
 اڑاتا تھا اس لئے میں نے اس کی حدیثیں چھوڑ دیا۔ مسلم بن ابی ہشیم
 کسی نے پوچھا کہ صالح برمی کی حدیث کو کیوں تم نے چھوڑ دیا۔ مسلم نے
 جواب میں کہا ما یصنع بصلاح ذکر ولا یوما عند حماد بن سلمہ
 فاسخط حماد یعنی کیا کریں صالح کو ایک روز حماد بن سلمہ کے روبرو
 اس کا ذکر ہوا۔ حماد نے سن کر انکار سے ناک چھینکا۔ میزان الاعتدال میں
 محمد بن حمید الرازی کے احوال میں لکھا ہے کہ اون کو کسی نے کذاب
 کسی نے سارق الحدیث وغیرہ کہا اور کسی نے کہا کہ انکے پاس بچاں ہزار
 حدیثیں ہیں مگر میں اون سے ایک حرف روایت نہ کر دے گا۔ لیکن احمد
 بن حنبل و ابن مسیین نے اون سے روایت لی ہے اور ابو ذرہ کا قول ہے
 کہ جس نے محمد بن حمید کو چھوڑ دیا اس نے دس ہزار حدیثیں چھوڑ دیں۔
 اور سوا اس کے بعض محدثین نے بوجہ رشک اور حسد باہمی کے ایک دوسرے
 کے حدیثیں چھوڑ دیں چنانچہ میزان الاعتدال میں حافظ ابی نعیم اصبہانی
 کے احوال میں لکھا ہے کہ ابن مندہ نے اون پر سخت تہمت لگائی تھی جس کا
 بیان مناسب نہیں۔ اور اکثر اقران میں ایسا ہی ہوا کرتا ہے۔ میں نہیں جانتا

کہ کوئی زمانہ ایسا گذرا ہو جس میں لوگ ایسے امور سے بچے ہوں سوائے انبیاء
 و صدیقین کے۔ اگرچہ ہوں تو اوس کے نظائر سے کسی جز بھروں۔ اسی طرح
 بعضوں کو کسی جماعت خاص سے ایک قسم کی مخالفت ہوئی ہے چنانچہ مولانا
 محمد عبدالحی صاحب نور اللہ مرقدہ نے السی مشکوٰۃ میں لکھا ہے۔ ذہبی کی
 عادت تھی جب کبھی صدوقہ و اشاعرہ کا ذکر کرتے عیوب کے ساتھ کرتے۔
 جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ قمع المعارض فی نضرۃ ابن الفارض میں لکھا ہے
 وان غرک ذننۃ الذہبی فقد دندن علی الامام فخر الدین
 بن الخطیب ذی الخطوب و علی اکبر من الامام و ہوا بوطان^{لب}
 المکی صاحب قوت القلوب و علی اکبر من ابی طالب و ہوا^{الشیخ}
 ابو الحسن الاشعری الذی یحول فی الافاق و یجوب وکتبہ
 مشکوٰۃ^ت بذلک المیزان و التاریخ و سیر النبلاء فقابل انت
 کلامہ فی ہؤلاء کلاً و اللہ لا یقبل کلامہ فیہم بل یصلیہم
 و نو فیہم او محمد بن فضل الشرحی خلاصۃ الاثر فی اعیان الحاد و می شرح
 لکھے ہیں قال المتابع السبکی فی طبقات الشافعیۃ ہذا شیخنا
 الذہبی لا علم و دیانۃ و عندہ علی اہل السنۃ تحمل مفرد فلا
 یجوز ان یعتد علیہ و ہو شیخنا و معلنا غیر ان الحق احق
 بالاتباع و قد وصل من التعصب المفرد الی حد یستحق

منه وانا انحشی علیہ من غالب علماء المسلمین وامتہم
الذین حملوا الشریعة النبویة فان غالبهم اشاعرة وھواذا
وقع باشعری لا یبقی ولا یذر والذی اعتقدہ انھم خصماؤہ
یوم القيمة فاللہ المستول ان یخفف عنه وان یشفیہم اور
عبدالوہاب شعرانی کتاب ایواقیت وایحواہر فی ذکر عقائد الاکابر من کتبت
من مسئل الحافظ اباعبد اللہ الذہبی عن قول الشیخ محی الدین
فی کتابہ الفصوص انه ما صنعہ الا باذن من الخصرة النبویہ
فقال ما اظن ان مثل هذا الشیخ یکذب مع ان الحافظ الذہبی
کان من اشد المنکرین علی الشیخ وعلی طائفة الصوفیة ھو ابن التیمیة
اسی طرح امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے ذہن میں یہ بات ثابت تھی کہ جنہوں نے
قول وعل کو ایمان میں داخل نہیں کیا اون کی روایت معتبر نہیں جیسا کہ
ابھی معلوم ہوا۔ مولانا محمد عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ نے الرفع والتکلیس میں طبقاً
شافعیہ کی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے یدلغی الی ایہا المستر شد
ان تساکب سبیل الادب مع الائمة الماضیین وان لا تنظر الی
کلام بعضهم فی بعض الا اذا اتی ببرھان واضع لقران قادر علی
علی التاویل وتحسین الظن فدونک والا فاضرب صفحاً عما جرى بایتهم
فانک لم تخلق لہذا فاشتغل مما یحبک ودع فلا یحبک ایاک ثم ایا

ان تصنی الی ما اتفق بین ابی حنیفۃ وسفیان الثوری و ابن مالک
 و ابن ابی ذئب و ابن احمد و الحارث المحاسبی و ہمام جراً الی الزما
 القرین عبد السلام و البیہقی ابن الصلاح مولانا کے مجموع نے
 السعی المشکور کے متن میں اعلام ثلاثہ کا قول نقل کیا ہے ذکرہ
 ابو حفص الفلاس فقال لیس بشئ قلت هذا من کلام الاقران
 الذی لا یسمع حملاً یعنی جمع میں اقران کا کلام نہیں سنا جاتا ابن حجر عسقلانی
 رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ محدثین نے امام بخاری رحمۃ اللہ
 سے روایت کے لینے کو ترک کر دیا تھا اسکا سبب یوں لکھا ہے کہ امام
 بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ تھا کہ (تلفظ بالقران مخلوق ہے) اور محدثین
 اس اعتقاد والوں کو (لفظیہ) کہتے تھے جو ایک شاخ فرقہ جہمیہ کی ہے۔
 سب سے پہلے حسین بن علی کراشی جو امام شافعی کے شاگرد خاص تھے
 اس بات میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے ہم عقیدہ ہوئے۔ بس کی وجہ سے
 امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے ملاقات کرنا ترک کر دی اور
 بعد ازاں ابن علی اصبہانی جو سرگروہ فرقہ ظاہریہ کے ہیں وہ بھی اس عقیدہ
 میں امام بخاری کے مقلد ہوئے۔ اور جب وہ بغداد آئے تو امام احمد رحمۃ اللہ
 نے اس اعتقاد کی وجہ سے ان کو اپنی مجلس میں آنے کی اجازت نہ دی۔
 ابن ابی حاتم نے جہمیہ کے رد میں جو کتاب لکھی ہے اس میں کئی ائمہ حدیث

امام بخاری سے مقلدین نے روایت لینا ترک کر دیا تھا

کے قول سے یہ ثابت کر دیا ہے کہ (لفظیہ فرقہ جہمیہ سے ہیں) جس کے ثبوت میں
 فتح الباری کی یہ عبارت ہے و هذه المسئلة هي المشهور في مسألة
 اللفظ ويقال لأصحابها اللفظية واسناد انكار الامام احمد
 رحمه الله عليه ومن تبعه على من قال لفظي بالقران مخلوق ويقال
 ان اول من قاله الحسن بن علي الكراشي احد اصحاب الشافعي
 المناقلين لكتابه القديم فلما بلغ ذلك احمد يده ويحججه
 ثم قال بذلك داود بن علي الاصمعياني رأس الظاهرية وهو
 يومئذ بتشافرس وفانكر علي اسحاق وبلغ ذلك احمد فلما قلما
 بعد اد امر ياؤن له في الدخول عليه وجمع ابن ابى حاتم اسماء من
 اطلق على اللفظية انهم جهمية فبلغوا احد كثيرا من الامامة
 واغرد لذلك بابا في كتابه الرد على الجهمية امام فہم بن محمد ^{عليه} السلام
 في كتاب العاویں لکھا ہے کہ عبد اللہ نے اپنے والد امام احمد سے پوچھا
 آپ کیا فرماتے ہیں اس شخص کی نسبت جو یہ بات کہے کہ تلاوت ^{اللہ} مخلوق ہے
 ہمارا تلفظ قرآن کے ساتھ مخلوق ہے اور قرآن کلام الہی غیر مخلوق ہے
 فرمایا یہ اعتقاد جہمیہ کا ہے قال الذہبی فی کتاب العلوان الحافظ
 اللیث عبد اللہ بن الامام احمد رضی اللہ عنہ قال سألت ابی
 ما یقول فی رجل قال التلاوة مخلوقة والفاظنا بالقران مخلوقة

والقرآن کلام اللہ لیس مخلوق قال هذا کلام الجهمية الحال انما
 محدثین اس بات کے قائل تھے اور ان کا یہ عقیدہ تھا کہ لفظ بالقرآن بھی
 مخلوق نہیں (مجموعہ ادیان اکابر کے شیخ الاسلام محمد بن یحییٰ ذہلی کا بھی یہی عقیدہ
 تھا۔ محمد بن یحییٰ بہت بڑے محدث تھے اکثر اکابر محدثین اور ابی ذر عدوی
 کو ادیان سے تلمذ تھا۔ ابو ذر عدی جو اہل بیت کی نسبت ابن حجر نے مقدمہ
 فتح الباری میں لکھا ہے کہ وہ شخص ہیں کہ امام مسلم کہتے ہیں جب میں نے شیخ
 ابو ذر عدی کو بتلایا انہوں نے جن جن حدیثوں میں علت بیان کی ان کو میں نے
 کتاب سے نکال دیا۔ وہی نے طبقات میں اور صفی الدین رحمۃ اللہ علیہ نے
 خلاصۃ التہذیب میں لکھا ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بھی ذہلی کے شاگرد
 وہی رحمۃ اللہ علیہ نے تذکرۃ الحفاظ میں محمد بن ہبل سے نقل کیا ہے کہ ایک
 وہی امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے ملاقات کو آئے۔ احمد ان کی تعظیم کیلئے
 اونٹ کھڑے ہوئے اس پر اہل مجلس کو تعجب ہوا مگر وہ ایک جلیل القدر تھے
 اس لئے سب مؤدب ہو گئے امام نے اپنے فرزندوں اور شاگردوں سے
 مخاطب ہو کر فرمایا کہ تم سب ان کی شاگردی سے استفادہ حدیث کا کیا کرو
 جو باعث فخر ہے۔ ذہلی کا قول تھا جس نے کہا کہ لفظ بالقرآن مخلوق ہے
 وہ بدعتی ہے اس کے ساتھ نہ بیٹھیں اور نہ اس سے بات کیا کریں ذہلی
 جب معلوم ہوا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا اعتقاد بھی یہی ہے تو سب اہل بیت

اکابر محدثین کا عقیدہ تھا بالقرآن کلام اللہ

وہی کا احوال اور ادیان کے اقوال

سے کہہ دیا کہ جو کوئی بخاری کے پاس جائے وہ اون کے ہم مذہب ہونے پر ضرور مستہم ہو گا اسوجہ سے سوائے مسلم اور احمد بن سلیہ کے کل محدثین نے اون کے ملاقات اور حدیث لینے کو ترک کر دیا تھا۔ ایک روز ذہلی نے فرمایا جو شخص (لفظ بالقرآن کو مخلوق کہتا ہو اوس کو طلال نہیں کہ ہماری مجلس میں آوے اوس مجلس میں مسلم بھی موجود تھے سنتے ہی اپنی چادر لیکر اوٹھ کھڑے ہو گئے اور گھر جا کر حنفی روایتیں بخاری سے لکھیں تھیں اون سب کا بوجہ حال یہ رکھ کر ذہلی کے پاس بھیج دیں جو اس عبارت سے ظاہر ہے ذ کو فی مقدمۃ فتح الباری قال ابو حنبلہ ابن الشرقی سمعت محمد بن یحیی الذہلی یقول القرآن کلام اللہ غیر مخلوق ومن زعم لفظی بالقرآن مخلوق فهو مبتدع ولا یحکم ولا ینکر ومن ذهب بعد هذا الی محمد بن اسمعیل فافکوا فانہ لا یحضر مجلسہ الا من کان علی مذہبہ وقال النعاکم ولما وقع بین البخاری رحمۃ اللہ علیہ و بین الذہلی رحمۃ اللہ علیہ فی مسئلۃ اللفظ انقطع الناس عن البخاری رحمۃ اللہ علیہ الا مسالہ بن النجاج رحمۃ اللہ علیہ و احمد بن سلیہ قال الذہلی علی من قال باللفظ فلا یحل لہ ان یحضر مجلسنا فاخذ مسلم رحمۃ اللہ علیہ حراۃ لا فوق عما صتہ وقال علی رؤس الناس فبحث الی الذہلی جمیع ما کان کتبہ علی ظہر حمال ابو عمر کہتے ہیں کہ بعد اس واقعہ کے میں نے

امام بخاری کی ملاقات کر کے اون سے پوچھا کہ کیا آپ کا اعتقاد یہ ہے کہ
 (لفظ بالقرآن مخلوق ہے) کہا اسے عمر یاد رکھو کہ جو کوئی خواہ اس شہر منشاہ
 کا یا کسی اور شہر کا یہ کہے کہ میں نے لفظ بالقرآن کو مخلوق کہا ہے۔ وہ شخص
 جھوٹا ہے۔ ہاں میں نے یہ کہا کہ افعال بندوں کے مخلوق ہیں کما فی مقالہ
 فتح الباری قال ابو عمر وفاتیت البخاری رحمۃ اللہ علیہ فذا کوثرہ
 بشئ من الحدیث حتی طابت نفسہ فقلت یا ابا عبد اللہ ھذا
 من یحکی عنک انک تقول لفظی بالقرآن مخلوق فقال یا ابا عمرو
 واحفظ عنی من زعم من اهل نیشافور وسمی غیرھا من البلد ان
 بلاد اکثرہ انی قلت لفظی بالقرآن مخلوق فیو کذاب فانی لم
 اقلہ الا انی قلت افعال العباد مخلوقۃ اہل انصاف سمجھ سکتے ہیں کہ
 محدثین نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو فرقہ جمیہ میں داخل کیا اور اون کے
 روایت لینے کو ترک کر دیا تھا تو کیا واقعی وہ اس بات کے سزاوار ہو سکتے
 تھے ہرگز نہیں اب مبسنی اس خلاف کا معلوم کرنا چاہئے کہ کیا تھا اور
 بخاری رحمۃ اللہ علیہ جیسے امام تہمت کی وجہ سے متروک الروایت ہو گئے تھے
 مبنی جمیع کا یہ تھا کہ (لفظ بالقرآن) کو مخلوق کہنے سے قرآن کے مخلوق ہونیکا
 ایہا مہوٹا ہے جو کفر ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا ہرگز یہ اعتقاد نہ تھا
 اور نہ وہ اس کے قائل تھے کہ کلام الہی جو محفوظ ہے مخلوق ہے بلکہ وہ ایک

امام بخاری کا لفظ بالقرآن مخلوق ہے برائے اس

امام بخاری کا اعتقاد قرآن کے متعلق

عامتہ اور نازک فرق بیان کر کے فرماتے تھے کہ تاغذ بالقرآن ہمارا فعل ہے
اس کو مخلوق کہنے میں کوئی تامل نہیں۔ ورنہ بعض افعال عباد کا غیر مخلوق
ہونا لازم آئے گا چنانچہ اوٹھوں نے کتاب خلق افعال العباد اسی غرض
سے لکھی۔ اور ابتدا میں یہ ثابت کیا کہ قرآن غیر مخلوق ہے۔ پھر بیان کیا
کہ بندہ کے طرف قرآن منسوب نہیں بلکہ قرأت منسوب ہے۔ اس لئے کہ
قرآن خدا تعالیٰ کا کلام۔ اور قرأت بندہ کا فعل ہے جس نے ان دونوں میں
فرق نہ کر سکا اوس کو دل کا اندھا کہنا بیجا نہ ہوگا کے ماقال فی خلق
افعال العباد وقد یقال فلان حسن القراءۃ وسردی القراءۃ
ولا یقال حسن القرآن وسردی القرآن وانما النسب الی العباد
القراءۃ لا القرآن لان القرآن کلام الرب جل ذکرہ والقراءۃ
فعل العبد ولا ینحیی معرفۃ هذا القدر الا علی من عمی قلبہ ولم
یوفقہ ولم یهد سبیل الرشاد ابن حجر نے فتح الباری کے باب کر الشہ بالاک
میں اس کا فیصلہ عمدہ طور پر کیا ہے کہ جب کسی عالم کو کوئی ایک بدعت کے
رد کرنے میں تو غل ہو جاتا ہے تو اکثر اوس کے کلام اوس کی تحریر اوس کے
خیال کے موافق ہوتی ہے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اون لوگوں کے خلاف میں
تھے جن کا عقیدہ تھا کہ قرآن مخلوق ہے اور اسی پر اون لوگوں کے رد کرنے
میں مبالغہ کو شش کیا کرتے تھے یہاں تک خیال ہو گیا تھا کہ جو شخص اس

میں توقف کرتا یا اون کے خلاف اپنے عقیدہ کا اظہار کرتا تو اس سے انکار کرنے لگتے اور جس شخص نے لفظ القرآن کو مخلوق ہے کہتا اور سکا بھی رد کرنے اس خیال سے کہ مبادا کوئی اس پر ایمان میں (قرآن بالغوظہ کو مخلوق نہ کہہ دے) اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو اون لوگوں کے رد کرنے میں خیال ہو گیا تھا جنہوں نے آواز۔ اور قرآن کی سیاہی۔ اور ورقوں کو بھی غیر مخلوق ہے کہنے لگے تھے۔ اسی وقت ضرورت ہوئی کہ ملاوت اور نفس قرآن میں فرق بتلائیں۔ حال یہ کہ واقع میں امام احمد بن حنبل۔ ثعلبی وغیرہ محدثین۔ اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ میں کوئی خلافت نہ تھا صرف قصور فہم یا اختلاف رائے کی وجہ سے دو جماعتیں قائم ہو گئیں تھیں۔ اور نہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ پر کسی طرح کا جرح ہو سکتا ہے۔ مسئلہ زکمی و زیادتی ایمان میں (محدثین اور ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مابین جو کچھ اختلاف تھا ظاہری اور جو نزاع تھی نفسی ہے و حقیقت دونوں کا مطلب اور منشا ایک ہی تھا۔ جس کے موافقت اور تطابق کو ہم نے البیان فی مسئلہ الایمان میں ثابت کیا ہے۔ اور سنئے کہ کل خوارج اور معتزلہ کے فرقے اور بعض دوسرے فرقوں کے لوگ اس بات کے معتقد ہیں کہ مرکب گناہ کبیرہ کا فر ہے اگر بغیر توبہ کے مر جائے تو مثل کفار کے ہمیشہ دوزخ میں رہے گا اور کل اہل سنت و جماعت کا مذہب ہے کہ (مرکب کبیرہ قطعی دوزخی نہیں۔ حق تعالیٰ ناگزیر چاہے معاف کر دے اگر دوزخ

میں داخل بھی ہو گیا ہے تو بعد شفاعت دوزخ سے نکلے گا۔ اگر ایمان مجموعہ تصدیق۔ قول۔ و عمل کا قرار دیا جائے تو ایک جز کے فوت ہو جانے سے مجموعہ کا فوت ہونا لازم آتا ہے۔ جیسا کہ منافق میں قول۔ اور عمل پائے جانے ہیں مگر صرف ایک جز و تصدیق کے نہ پائے جانے سے ایمان صادق نہیں آتا جس کی وجہ سے وہ بے ایمان دوزخ میں ابد الابد رہے گا۔ اسی طرح اگر تصدیق و اقرار موجود ہوں اور عمل نہ ہو تو بھی ایمان نہ پائے جانے سے مخلوق لازم لائیگا حالانکہ اس اعتقاد والوں کا فرقہ اور مذہب باطل ہے اس مسئلہ میں جناب امام اعظم علیہ الرحمۃ نے غور کیا کہ محدثین اور اکابر سلف کا یہ مذہب بھی نہیں اور عمل کو ایمان میں داخل کرنے سے یہ غرض تھی کہ لوگ کہیں عمل کو ترک نہ کر دیں اور اگر عمل جز بھی ہے تو کمال ایمان کا جز اصل ایمان کا جز نہیں۔ اس لئے امام صاحب نے تصریح کر دی کہ نفس ایمان تصدیق کا نام اور عمل اوس کے جز نہیں۔ قرآن و حدیث سے بھی یہی ثابت ہے۔ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَفَافُوا تَزَلُّ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَالْبَشِرُ الْإِنِّي كُنْتُ نُوعَدُونَ۔ تَخْشَوْا وَلِيُوا كُفْرِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهَى أَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا لَدَعُونَ۔ نَزَّلْنَا مِنْ غُفُورٍ حَلِيمٍ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا سَلَامَ عَلَانِيَةٍ وَالْإِيمَانُ فِي الْقَلْبِ

یعنی اسلام ظاہر ہوتا ہے اور ایمان دل میں ہے۔ اور فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم
 نے ینخرج من الذاد من کان فی قلبہ مثقال ذرۃ من الایمان یعنی
 دوزخ سے نکلے گا وہ شخص جس کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہوگا سوا
 اس کے بہت سے آیات اور احادیث سے ظاہر ہے کہ ایمان صرف قلبی
 قلبی کو کہتے ہیں نہ مجموعہ تصدیق و اعمال کو جس کے تہا ہے جانے سے
 خلوت مار لازم آئے کہ جو اعتقاد یہ مذہب فرق باطلہ کا ہے اس لئے جناب
 امام صاحب نے اعمال کو ایمان میں داخل نہیں کیا (بعض محدثین نے
 اس لم کو نہ سمجھ کر اون پر مرجح ہونے کا الزام لگایا حالانکہ وہ اس الزام کے
 بالکل پاک اور بری ہیں کیونکہ مرجحہ کے نزدیک عمل ضرور نہیں اور امام صاحب
 نے تصریح کر دی کہ عمل ضرور ہے یہاں تک کہ ایمان و اسلام کو باہم مثل ظاہر
 و باطن قرار دیا کہ کوئی ایک بغیر دوسرے کے متحقق نہیں ہو سکتا کما قال
 فی الفقہ الاکبر الاسلام هو الانقیاد والتسلیم لا و امر الله تعالیٰ
 فمن طریق اللغة فرق بین الایمان والاسلام ولكن لا یكون
 ایمان بلا اسلام والاسلام بلا ایمان وهما کالظہر مع البطن
 ابو شکور سائمی رحمۃ اللہ علیہ نے یہی میں لکھا ہے رومی عن عثمان بن ابی لیلی
 انه کتب الی ابی حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ وقال انتم مرجحہ فاجابہ
 وقال المرجحۃ علی ضربین مرجحۃ مملوونہ وانا برئ منہم ومرجحۃ

مرحومة وهم اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم دليل فيه
 بان الانبياء عليهم السلام قالوا كذا لا ترى ان عيسى
 عليه السلام قال ان تعذبهم فاعذبوا عبادك باوجود اس تصریح کے
 جو امام صاحب نے کی اگر اون پر مرجی ہونے کا بھی الزام لگایا جاوے تو
 یہ بات بعینہ ایسی ہوگی کہ (امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ پر بھی ہونے کا یہجا
 الزام لگایا جاوے) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کہتے تھے کہ میں نے اون
 لوگوں سے روایت نہیں کی جنہوں نے عمل کو ایمان سے خارج سمجھا۔
 کما فی مقدمہ فتح الباری وقال ای البخاری ایضاً لا کذب
 الا عن قال الا یمان قول وعمل کیا اس الزام سے امام صاحب اور
 اون کے اتباع میں حرج یا اون کی کسر شان ہو سکتی ہے ہرگز نہیں جیسا
 کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ کو (ضعفا)
 یعنی راویان ضعیف میں لکھا ہے۔ وہی رحمۃ اللہ علیہ میزان الاعتدال میں
 لکھتے ہیں کہ اگر بخاری رحمۃ اللہ علیہ اون کو ضعفا میں نہ لکھتے تو میں اس کتاب
 میں اون کا ذکر نہ کرتا کیونکہ وہ اولیاء صادقین سے ہیں۔ وہی میزان الاعتدال
 میں اونہیں لوگوں کا ذکر کیا جن پر کسی قسم کی حرج ہوئی ہے۔ اور اویس قرنی
 رحمۃ اللہ علیہ اس قابل کہاں جو ایسے لوگوں کے ساتھ ذکر کئے جائیں جن کے
 تقدس و فضیلت پر خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقدس تعریفانہ ارشاد

وارو جو مسلم شریف میں روایت ہے عن عمر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم قد قال ان رجلا یا تیکم من الیمن یقال له اویس لا یدع
 بالیمن غیر امر له قد کان له بیاض فلعنہ اللہ فاذهب عنہ الامو
 الدینار والدھرو من لقیہ منکم فلیستغفر لکم یعنی روایت ہو
 عمر رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ایک شخص یمن
 سے تمھارے پاس آوے گا جن کا نام اویس ہے نشانی اون کی یہ ہے کہ اون کے
 چشم پر سفیدی تھی جو دعا کی وجہ سے جاتی رہی صرف ایک دینار یا دھرم
 کے برابر باقی ہے اگر کوئی تم میں سے اون کی ملاقات کریں تو اون سے دعا
 مغفرت طلب کرو وعن عمر رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم یقول خیر التابعین یقال له اویس ولہ ذلک
 وکان یہ بیاض فہر وہ فلیستغفر لکم رواہ مسلم و فی روایہ کہ
 لو اقسر علی ریدہ لا یترکہ یعنی عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت رسول
 صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ فرماتے تھے سب تابعین سے بہتر ایک شخص ہیں
 جن کا نام اویس ہے اون سے تم کہو کہ تمھارے لئے دعا مغفرت کریں۔ اس طرح
 بخاری رحمۃ اللہ علیہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے روایات کو مستبرہ ہیں کھجا
 چنانچہ ذہبی نے طبقات الحفاظ میں لکھا ہے کہ سوا بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے
 تمام امت امام جعفر رضی اللہ عنہ کو معتبر اور معتبر سمجھتے ہیں۔

غرض امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اویس کو ضعیف میں شریک کیا اور مروان بن حکم کی روایتیں لینے میں تامل نہیں کیا چنانچہ صحیح میں کئی روایتیں موجود ہیں حالانکہ اوس نے طلحہ رضی اللہ عنہ کو قتل کیا اور جو خرابیاں کہیں ظاہر ذہبی نے میزان میں لکھا ہے ولہ اعمال موبقہ نسئل اللہ السلامہ رَحْمَہُ طَلْحَہُ بِسْمِہُ وَفَعَلَ مَا فَعَلَ ابْنُ اثْرِی رَحْمَہُ اللہ علیہ اسد اللہ الخابیں لکھا ہے عن نافع ابن جبیر ^{ابن} مطعمر بن ابیہ قال کنا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فہم بالحکم ابن ابی العاص فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ویل لامتی ممافی صلب ہذا یعنی جیسار بن مطعم کہتے ہیں کہ ایک روز ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے حکم ابن عاص ان کا باپ روبرو سے گذرا حضرت نے اوسکو ملاحظہ فرما کر ارشاد فرمایا کہ جو اس کی بیٹھ میں ہے اوس سے میری است کی خرابی ہوگی چنانچہ ویسا ہی ہوا اور مروانی حکومت سے اکابر و غیرہ مسلمین پر نہایت ظلم ہوا۔ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ اوس حدیث کی شرح میں جس میں مروان نے یزید کے ہاتھ پر بیعت کر نیکی کے لئے خطبہ پڑھا تھا یہ روایت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کی ہے لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و مروان فی صلبہ الحاکم مروان کی روایات کو قبول کرے نہ اوسکی واقعی فضیلت لازم آتی ہے اور نہ اویس قرنی۔ اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہما کی روایت نہ لینے سے

اون کی منقصدت شان ہو سکتی ہے نہ ایسے امور خبیثہ سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی جلالت شان میں فرق آ سکتا ہے۔ بلکہ اگر کوئی ایسے جلیل القدر مسلم بزرگ کی جناب میں تعصب سے بے ادبانہ گستاخی کرے تو وہ آثار کما مستحق ہے چنانچہ میزان میں مذہبی نے لکھا ہے کہ جب ابن معین معلوم ہوا کہ حسین کرامی نے امام احمد ابن حنبل کی شان میں کلام کیا ہے تو لعنت کہہ کر کہا کہ یہ شخص کس قدر ضرب و تادیب کا محتاج ہے۔ بڑی افسوس اور سمجھنے کی بات ہے کہ اس زمانہ میں بعض تقلیدین ائمہ حدیث کی شان میں اور غیر تقلیدین فقہائے سلف کی نسبت جو بیابانہ بے ادبانہ گستاخیاں کرتے ہیں مسلمانوں کی منصفانہ شان سے بعید ہے۔ حق تعالیٰ مسلمانوں کا حال اس طرح بیان فرماتا ہے کہ والذین جاؤ امن بعدھم یقولون ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذین امنوا ربنا انک رؤوف رحیم اور جب کہ ہزار ہا علمائے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب صحیح الکتاب بعد کتاب اللہ سمجھ کر مان لیا تو بعض امور خبیثہ کی وجہ سے اوس میں کسی کو کلام اور نہ موقع اعتراض باقی رہا دوسری جگہ حق تعالیٰ فرماتا ہے ومن یتبع غیر سبیل المؤمنین نولہ ما قویٰ ونضیلہ جہنم و ساءت مصیرا و محال باقسام کے یہ اسباب ہوئے جن کی وجہ سے تمام احادیث مصنفین تک نہ پہنچ سکیں مگر کچھ بچیں

بعض مفسرین کا کہنا ہے کہ حدیث کی شان میں کلام کیا ہے تو لعنت کہہ کر کہا کہ یہ شخص کس قدر ضرب و تادیب کا محتاج ہے۔ بڑی افسوس اور سمجھنے کی بات ہے کہ اس زمانہ میں بعض تقلیدین ائمہ حدیث کی شان میں اور غیر تقلیدین فقہائے سلف کی نسبت جو بیابانہ بے ادبانہ گستاخیاں کرتے ہیں مسلمانوں کی منصفانہ شان سے بعید ہے۔ حق تعالیٰ مسلمانوں کا حال اس طرح بیان فرماتا ہے کہ والذین جاؤ امن بعدھم یقولون ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذین امنوا ربنا انک رؤوف رحیم اور جب کہ ہزار ہا علمائے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب صحیح الکتاب بعد کتاب اللہ سمجھ کر مان لیا تو بعض امور خبیثہ کی وجہ سے اوس میں کسی کو کلام اور نہ موقع اعتراض باقی رہا دوسری جگہ حق تعالیٰ فرماتا ہے ومن یتبع غیر سبیل المؤمنین نولہ ما قویٰ ونضیلہ جہنم و ساءت مصیرا و محال باقسام کے یہ اسباب ہوئے جن کی وجہ سے تمام احادیث مصنفین تک نہ پہنچ سکیں مگر کچھ بچیں

کہ اس واقعہ کو جس میں بہت لوگ شریک تھے سوائے ایک شخص کے کسی نے روایت نہ کی۔ اسکو بھی جانے دیجئے یہ تو ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر جمعہ میں ایک نیا خطبہ پڑھتے اور سیکڑوں صحابہ اور وقت حاضر رہتے تھے اس حساب سے ضرور ہے کہ تخمیناً چھ سو اہل خطبہ بروایات مختلفہ موجود ہوں حالانکہ ان خطبوں کا وجود معدوم ہے اسی طرح پچاس ہزار حدیثیں نیز اُن میں جس کی خبر حافظ ابو احمد عمال نے دی ہے ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اسی وجہ سے رفع الملام عن الأئمة الاعلام میں لکھا ہے فلا یجوز ان یلحقوا ^{معلیہ} انحصار احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی دواوین غرض قرینہ مذکورہ سے بھی قطعاً موضوع ہونا حدیث کا لازم نہیں آتا اور موضوع ہونے کا ایک یہ بھی قرینہ ہے کہ نقاد حدیث کے نزدیک وہ حدیث نہ پائی جائے چنانچہ تدریب الراوی میں امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے قول ابن سبکی رحمۃ اللہ علیہ کا نقل کیا ہے کہ قطعاً وہ حدیث موضوع نہ ہوگی جو نقاد حدیث کے نزدیک نہ پائی جاوے یعنی نہ اون کو یاد ہونا اور نہ ان کے کتابوں میں مذکور ہوا اور یہی قول صاحب معتمد کا ہے انتہی ہر چند کہ یہ بات بظاہر عجیب معلوم ہوتی ہے مگر غور کرنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ یہ بھی قطعی قرینہ نہیں اس لئے کہ کسی کا روایت نہ کرنا تو جب معلوم ہو کہ تمام دنیا کے علماء کا علم اور جمیع کتب احادیث کا حفظ ازبر ہوا اور یہ ممکن نہیں چنانچہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ

رفع الملام میں لکھا ہے واما بتفاضل العلماء من الصحابة ومن بعدهم
بکثرة العلماء وجود ته واما احاطة واحداً بجميع حدیث رسول
صلی اللہ علیہ وسلم فهذا لا يمكن اذ عاؤة اور امام سید علی رحمۃ اللہ
نے تدریب میں غرابن جماعہ کی تقریر جو اسی قسم کی ہے نقل کر کے یہ واقعہ ذکر کیا
کہ ایک روز ابو حاتم نے یثمد کی مجلس میں ایک حدیث پڑھی اور وقت
زہری رحمۃ اللہ علیہ بھی اس مجلس میں موجود تھے سن کر کہا کہ اس حدیث
کو میں نہیں جانتا۔ ابو حاتم نے کہا کہ کیا کل حدیثیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی آپ کو یاد ہیں یا آدھے۔ زہری نے کہا کہ نہیں مگر آدھے تو مجھے یاد ہیں۔
جواب میں ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اس حدیث کو بھی آدھے
حدیثوں میں سمجھ لیجئے جو آپ کو یاد نہیں۔ اور ایک وہ قرینہ ہے جس کو ابن جوزی
رحمۃ اللہ علیہ نے پسند کیا ہے۔ کما فی تدریب الراوی وقال ابن الجوزی
الحديث المنكر يشعر له جلاء الطالب ويتفر قلبه في القالب و
ايضا فيه وقال ابن الجوزي ما احسن قول الفائل اذا دأبت الخلة
يبائن المعقول او يخالف المنقول او يناقض الاصول فاعلم انه مرفوع
قال مناقضة الاصول ان يكون خارجاً من دواوين الاسلام في
المسانيد والكتب المشهورة يعني حدیث منكر شنی سے اکثر طالب کے
رونگے ٹکڑے ہو جاتے ہیں اور دل میں ایک قسم کی نفرت پیدا ہو جاتی ہے

کسی کا کیا اچھا قول ہے کہ جب کوئی حدیث عقل یا نقل یا کتب مشہورہ کے مخالف ہو تو سمجھو کہ وہ حدیث موضوع ہے۔ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ تدریب شرح تقریب میں لکھتے ہیں کہ ابن جوزی نے موضوعات میں حدیث حسن کو بھی داخل کر دیا ضعیف تو کہاں بلکہ صحیح کو بھی شریک کر دیا زیادہ تر نادریہ ہے کہ ایک حدیث صحیح مسلم کی او میں لکھ دی ہے کما قال وقد اکر جامع الموضوعات فی نحو جلدین اعنی ابا الفرج ابن الجوزی ف ذکر فی کتابہ کثیرا مما لا دلیل علی وضعہ بل هو ضعیف بل قرینۃ الحسن والصحیح واغرب من ذلک ان فیہ حدیثا من صحیح مسلم اور تعقیبات میں امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ صحیح بخاری کے دو حدیثیں اون کے موضوعات میں موجود ہیں کما قال ووجدت فیہ ای فی موضوعات ابن الجوزی حدیثا من صحیح البخاری من روایۃ حماد بن شاکر و اخر متنبہ فی البخاری من روایۃ صحابی غیر الذی اور دہ عنہ اور اسی کتاب میں لکھا ہے کہ اڑتیس حدیثیں سند امام احمد حبیل رحمۃ اللہ علیہ کے۔ اور نو۔ ابو داؤد کے اور تیس جامع ترمذی کے اور زلس نسائی کے اور تیس ابن ماجہ کے۔ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے موضوعات میں داخل کر دیا ہے۔ شاید استبعاد عقلی کی وجہ سے ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو بھی موضوعات میں داخل کیا۔ النظر الی علی عبادۃ

حالات انکو د معترف ہیں کہ گیارہ صحابی جلیل القدر سے یہ روایت وارد ہے۔
 امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے تعقیبات میں لکھا ہے کہ اگر حدیث متروک اور
 منکر بھی ہو تو تعدد طرق کی وجہ سے ضعیف کے بلکہ حسن کے درجہ کو پہنچ سکتی
 یہ حدیث تو گیارہ طریقوں سے اور گیارہ صحابیوں سے مروی ہے ایک جا
 محدثین کی رائے ہے کہ جو حدیث اتنے طریقوں سے مروی ہو تو وہ درجہ ثواب
 کو پہنچ جاتی ہے حدیث قال حدیث النظر الی علی عبادۃ اور دہ من
 حدیث ابی بکر و عثمان و ابن مسعود و ابن عباس و معاذ و جابر و ابی ہریرۃ
 و انس و ثوبان و عمران بن حصین و عائشہ رضی اللہ عنہم
 قلت المتروک والمنکر اذا تعددت طرقه ارتقى الى درجۃ الضعیف
 الغریب بل ربما یرتقى الی الحسن وهذا اور دمن روایۃ احدا
 عشر صحابیا بعدۃ طرق و تلك عدۃ التواتر فی راۓ جماعة و قد
 اخرج الحاکم فی المستدرک حدیث عمران بن حصین ثم اخرج حدیث
 ابن مسعود شاهد اللہ وللہ الحمد اسی طرح ابن جوزی نے اس حدیث
 کو موضوع لکھا ہے جس میں ابدال کا ذکر ہے حالانکہ وہ حدیث بہت طریقوں
 وارو ہے چنانچہ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ تعقیبات میں لکھتے ہیں کہ وہ حدیث
 نہ صرف صحیح ہے بلکہ کہ سکتا ہوں کہ حدیث تواتر کو پہنچ گئی ہے اور اس بات میں
 اوٹھوں نے ایک رسالہ لکھا ہے جس میں تمامی طرق اس حدیث کے مذکور ہیں

خلاصہ اور سکا یہ ہے کہ اس حدیث کو امام احمد نے مستدرک اور کتاب الزیاد
 میں اور طبرانی نے معجم اوسط اور کبیر میں اور حاکم نے مستدرک میں اور بیہقی
 نے جمع الزوائد میں اور خلیل نے کرامات الاولیاء میں اور ابو نعیم نے حلیۃ
 اور بیہقی نے شعب الایمان میں اور ابوداؤد نے مراسیل میں اور ابن
 ابی الدنیاء نے کتاب الاولیاء میں اور ابن جریر نے تفسیر میں اور ویلی
 ابن عساکر رحمہ اللہ علیہم نے روایت کی ہیں۔ بعض طریقوں میں اس کے صحیح
 میں اور بعض حسن وغیرہ اور عمر اور علی اور اش اور عباد ابن الصامت
 اور ابن عباس اور ابن مسعود اور عوف بن مالک اور معاذ بن جبل اور
 ابوسعید خدری اور ابو ہریرہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہم اجمعین صدر راویوں میں
 اس کے راوی ہیں اور علی بن القیاس طبقہ تابعین و تبع تابعین میں راوی
 اس کے بکثرت ہیں جس سے یہ بات قطعاً معلوم ہو سکتی ہے کہ وجود ابراہیم
 کا بقوات معتوی ثابت ہے۔ ہر خبط ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ ابن جوزی رحمۃ اللہ
 علیہ کو احادیث کے موضوع قرار دینے میں نہایت تشدد و اہتمام تھا مگر
 دراصل وہ اس امر کے موجد نہیں چنانچہ ابھی معلوم ہوا کہ خلافت معقول
 و منقول کو موضوع سمجھتے ہیں وہ کسی کا قول نقل کرتے ہیں اور دوسرے
 محدثین نے ان کے اس طریقہ کو پسند بھی کیا ہے چنانچہ تحقیقات میں ابھی
 کا قول نقل کیا ہے حدیث قال قال الذہبی فی تاریخہ نقلت من خط

السید احمد بن محمد قال صنف ابن الجوزی کتاب الموضعات فی ذکر
مخالفتہ للنقل والعقل۔ وجہ اس تشدد کی یہ معلوم ہوتی ہے کہ کمال خیر خواہ
ضعیف العقول کی ہمیشہ ان حضرت کے پیش نظر رہا کی اور خیال یہ رہا کہ
کہیں ایسا نہ ہو کوئی بات صحیح حدیث کی سمجھ میں نہ آئے اور انکار کر بیٹھیں
جس سے ایمان جاتا رہے اس لئے جب اونہوں نے دیکھا کہ کسی حدیث
کا مضمون مخالف عقل یا نقل ہے تو اب تشویش پیدا ہوئی اور یہ خیال جا
کہ جہان تک ہو سکے اون بچاروں کی نجات کیلئے فکر کی جائے چونکہ مدارِ صحت
حدیث کا اسناد پر ہے اور اس پر نظر ڈالے پھر ہر ایک اسناد الیے اسناد کہاں
جو من جمیع الوجہ سالم ہے اور ظاہر ہے کہ باوجود اس قدر احتیاط کے خود بخاری و مسلم
کے راویوں میں کس قدر کلام ہے جس کا حال کس قدر اوپر معلوم ہو واجب ایسے ایسے اسنادوں کا
یہ حال ہو تو اوروں کا کیا ٹھکانا غرض خواہ مخواہ جب کوئی ایسا راوی ملجا
جس میں محدثین نے کلام کیا تھا تو اس پر موضوعیت کا حکم لگا دیا اور اسکی
یہ وجہ معلوم ہوتی ہے کہ ثقات محدثین خود اس قسم کی حدیثیں روایت کرنے
میں نظر (تھیں) لکھوا الناس علی قدر عقولہم (احتیاط کیا کرتے ہیں) چنانچہ
ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے میزان میں لکھا ہے حماد عن ثابت عن النبی
صلی اللہ علیہ وسلم قرأ (فلما تجلی ربہ للحبل) قال اخرج طرف
خنصرہ وضرب علی ابهامہ فصاح الجبل فقال حمید الطویل

لثابت متحدث مثل هذا قال فضرب في صدر حميد وقال يقول
 انس ويقول رسول الله صلى الله عليه وسلم واسكنتم انا
 ثابت حمارا ورواه انس في رواية کرتے ہیں کہ پڑھے آنحضرت صلی اللہ
 علیہ وسلم نے آیت شریفہ فلما تجلی ربه جميعا تجلی طور کا بیان ہے اور ارشاد
 فرمایا سرخسے یعنی مقدار تجلی بہت کم تھا۔ حمید طویل نے ثابت سے کہا
 کہ تم اس قسم کی روایتیں بیان کرتے ہو اور مقصود کہنے سے یہ تھا کہ بیان
 نہ کریں یہ سن کر ثابت نے حمید کے سینہ پر ہاتھ مار کر کہا کہ جس بات کو رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم فرمادیں اور انس اور اس بات کو ظاہر کریں تو کیا میں
 چپا سکتا ہوں۔ اس روایت کے ثبوت میں حمید رحمۃ اللہ علیہ کو کوئی
 شک نہ تھا اس لئے کہ ثابت معتمد شخص ہیں اور خاص انس رضی اللہ عنہ
 سے سنی باوجود اس کے ثابت کا بیان حمید رحمۃ اللہ علیہ کو ناگوار معلوم
 اور یہی وجہ ہے کہ عجائبات کے روایت کرنے والے ساقط الاعتبار سمجھے
 جاتے ہیں جیسا کہ کتب رجال سے ظاہر ہے۔ محدثین ذوالنون مصری رحمہ
 اللہ کے کرامات اور تقدس کے قائل ہیں مگر ان کی روایات میں کلام کرتے ہیں
 کما قال فی المیزان ذوالنون المصری التواہد العارف روی
 عن مالک احادیث فیہا نظر وقال السملی لعمامات اظلت الطریق
 جنازۃ۔ اب یہ بات معلوم کرنا چاہیے کہ اگر کوئی حدیث کسی کی عقل کے

مخالف ہوا اور مقولات کے ساتھ اس کی مطابقت نہ ہو سکے تو اس سے
یہ لازم نہیں آتا کہ واقعی میں وہ حدیث مخالف ہے کیونکہ عقل کا باطنی تفاوت
انہر من الشمس ہے۔ کوئی مسئلہ عقلی ایسا نہیں جس میں حکماء عقلانے اختلاف کیا
دیکھئے ابتدا میں تاریقی اور صنائع کی خبریں بہ نظر حیرت جھوٹ سمجھی جاتی تھیں
جب متواتر ہو کر مشاہدہ بھی ہو گیا تو وہ حیرت جاتی رہی احوال جس قدر تجربہ
اور قوت نظری بڑھتی جاتی ہے عقل کا دائرہ بھی وسیع ہوتا جاتا ہے اسی وجہ
سے ابتدائی زمانہ میں عقلاً جو جو چیزیں بظاہر محال معلوم ہوتے ہیں کمال عقل کے
بعد وہ ممکن سمجھی جاتی ہیں اور بہت سے امور خلاف فیہ میں تطبیق نمایاں ہوتی ہے
پھر جب حق تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے کسی کا سینہ کشادہ کر دیتا ہے تو اس کے
وہ استبعاد جو عقلاً وارد ہوتے ہیں سب دفع ہو جاتے ہیں۔ قال اللہ تعالیٰ
أَمَّا نُنشِئُكَ اللَّهُ صَمًّا زَكَاةً إِلَى السَّلَامِ فَهُوَ عَلَى نُورٍ مِنْ رَبِّكَ۔ اگرچہ اس نور میں
تمامی اہل اسلام شریک ہیں مگر بحسب مراتب تفاوت بھی ثابت ہے۔
قال اللہ تعالیٰ والذین جاهدوا فإنا لنهملنهم سبلنا وقال اللہ تعالیٰ
صلى الله عليه وسلم اتقوا فراسة المؤمن فإنه ينظروا من نور الله من
شخص کی قوت نظری بہ نور اللہ منور ہو تو اس کے نزدیک نہ حدیثوں میں
مخالفت عقلی ہے نہ اون کی تطبیق میں تردد بلکہ ہر ایک کے لئے ایک محل
خاص ہے۔ ہر سخن جائے و ہر نکتہ سقاے وارد۔ ان حضرات کو کوئی ایک حدیث

کسی حدیث کا مخالف عقل و نقل ہونا موضوعیت کے لئے قطعی قرینہ نہیں ہو سکتا

چھوڑ دینے کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ اولیٰ احادیث سے تاہید ملتی ہے۔
 غرض کسی حدیث کا مخالف عقل و نقل ہونا موضوعیت کے لئے قطعی قرینہ
 نہیں ہو سکتا۔ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث موضوع کی جو پہچان بتلائی کہ روایت
 کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اور دل میں نفرت پیدا ہوتی ہے تو یہ بھی کوئی قطعی قرینہ
 نہیں ہو سکتا۔ بھلا اس حدیث کو دیکھئے جو بخاری میں موجود ہے۔ عن ابی
 ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 ان اللہ قال من عادنی لی ولیا فقد اذنتہ بالحرب وما تقرب الی
 عبدی بکشی احب الی مما افترضت علیہ وما یزال عبدی
 یتقرب الی بالنوافل حتی احبہ فاذا احببتہ کنت سمعہ الذی
 یسمع بہ وبصرہ الذی یبصر بہ ویدہ الذی یدبش بہا ورجلہ
 الذی یمشی بہا وان سألنی لا اعطیتہ ولئن استعاذنی لا اعیدنہ
 وما ترددت عن شئ انا فاعلہ ترددی عن نفس المؤمن یکرہ
 الموت والا اکرمہ مسائنہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
 کہ فرماتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے جس نے ولی
 کے ساتھ عداوت رکھی تو اجازت دیتا ہوں میں اس کو اس بات کی کہ
 میرے ساتھ جنگ کے لئے مستعد ہو جاوے اور کوئی زندہ ہرگز تقرب حاصل
 نہیں کر سکتا ایسی ایک چیز کے ساتھ جو دوست تر ہو مجھ کو اس بات نے جو

فرض کیا میں نے اوس پر (یعنی اللہ تعالیٰ کے پاس تمام اسباب تقرب سے
 زیادہ محبوب اور مرغوب اولے فرائض ہے) اور ہمیشہ میرا بندہ بسبب نوافل کے
 مجھ سے قریب ہو جاتا ہے اس لئے میں اوسکو دوست رکھتا ہوں اور جب
 میں اوس کو دوست رکھتا ہوں تو ہو جاتا ہوں اوس کی سماعت جس سے
 وہ سنتا ہے۔ اور بصارت جس سے وہ دیکھتا ہے اور ہو جاتا ہوں اوس کے
 ہاتھ جس سے وہ پکڑتا ہے۔ اور پانوں جس سے وہ چلتا پھرتا ہے اگر وہ مجھ سے
 کوئی چیز دعا سے طلب کرتا ہے تو دیتا ہوں اوس کو اور اگر پناہ مانگتا ہے
 وہ مجھ سے تو ضرور پناہ دیتا ہوں۔ میری سلطنت اور بے انتہا قوت اسی
 نہیں جو کسی کام کرتے ہیں مجھے تردد ہو مگر مجھے تردد اوس مخلص مومن بندہ
 کی قبض روح کے وقت ہوتا ہے جب کہ وہ موت کو مکر وہ جانکر مرنے نہیں چاہتا
 اور مجھے اوس کی رنجیدگی منظور نہیں ہوتی (یعنی مومن کامل الایمان جب موت
 کو مکر وہ سمجھتا ہے تو حق تعالیٰ کو بھی اوس کی قبض روح میں تردد ہوتا ہے۔ آ۔
 دیکھئے کہ خدا سے تعالیٰ کا کسی بندہ کے ہاتھ پانوں ہو جانا اور قبض روح کے
 وقت تردد کرنا کیسی حیرت انگیز بات ہے۔ اگر روایت بخاری سے قطع نظر
 کی جا کر اس حدیث کے مضمون کو دیکھا جاوے تو (کیا رونگٹے نہ کھڑے ہوں گے)
 امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ پر خدا سے تعالیٰ رحمت نازل کئے جو بلا کا فطرینہ اس
 حدیث کو اپنی صحیح میں درج کر دیا۔ ورنہ یہی حدیث اگر کسی ولی کی صدق و

الہام ترجمان سے کہی جاتی تو وہ غالباً کافر یا مشرک بنایا جاتا۔ فتح الباری میں
 ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے ذہبی کا قول نقل کیا ہے کہ یہ حدیث نہایت
 غریب ہے اگر جامع صحیح کی ہیبت نہ ہوتی تو محدثین اس کو خالد بن مخلد کے
 منکرات سے ضرور شمار کرتے۔ امور مذکورہ گو قطعیت وضع کے مفید ہیں۔
 مگر فی الجملہ صلاحیت رکھتے ہیں کہ قرآن وضع ہو سکیں برخلاف اس کے
 کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ راوی کے نام میں دھوکا ہو جانے سے حدیث
 موضوع سمجھی جاتی ہے۔ چنانچہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک حدیث کو
 موضوعات میں داخل کر دیا اور علت یہ قائم کی کہ اس کی اسناد میں سدی
 جو ایک شخص کذاب تھا۔ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے تعقیبات میں لکھا ہے
 کہ شاید ابن جوزی نے سدی کو محمد بن مروان صغیر سمجھا ہے۔ حالانکہ یہ نہیں
 وہ سدی اسمیل بن عبدالرحمن کبیر ہیں جن کے روایتیں مسلم میں موجود ہیں۔
 کما قال قلت ظن ابن الجوزی ان السدی الذی فی اسنادہ
 محمد بن مروان الصغیر ولیس کذا لث وانما ہوا اسمیل بن
 عبد الرحمن الکبیر احدہما جال مسلما و کبھی کسی حدیث کا مطلب
 برابر سمجھ میں نہ آنے سے اس پر موضوعیت کا حکم لگایا جاتا ہے چنانچہ ابن جوزی
 رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو موضوعات میں داخل کر دیا۔ حدیث بریدۃ
 رضی اللہ عنہ عندہ اس المائۃ یبعث اللہ ریحاً باردة طيبة

یقبض فیہا روح کل مؤمن باطل یکذبہ الوجود وفیہ لبشر بن المہاجر
 لا یحتج بہ یعنی ہر صدی پر حق تعالیٰ ایک سر ہو پاک صاف بھیجے گا
 جس سے مسلمانوں کے ارواح قبض ہو جائیں گے۔ ابن جوزی نے معلوم
 کیا کہ پہلی صدی کے آخر میں یہ ہوا نہیں چلی اس لئے اس حدیث کو باطل
 ہے کہ دیا اور علت یہ قائم کی کہ اس کے اسناد میں بضر بن المہاجر ہے
 جن پر احتجاج و اعتماد نہیں ہو سکتا۔ حالانکہ انہیں بشری توفیق ابن معین
 و نسائی وغیرہ مانے کی ہے۔ اور مسلم۔ ابو داؤد وغیرہ میں اول سے روای
 موجود ہیں۔ اور اسی روایت کو حاکم نے مستدرک میں ذکر کر کے صحیح کہا ہے
 اب رہی یہ بات کہ (وہ ہوا نہیں چلی) اس کا جواب یہ ہے کہ لفظ حدیث
 (جو اس مائتہ) بصیغہ نکرہ ہے جس کا یہ مطلب ہوا کہ کسی صدی میں یہ واقعہ
 ہوگا۔ اگر معرفت بالام بھی ہو تو لام بعد مبنی بن سکتا ہے۔ قال سیوطی
 فی التعلیقات ظن ابن الجوزی ان المراد اس المائتہ الاولى
 وانما لفظ الحدیث اس مائتہ بالتکسیر وبشر وثقہ ابن معین
 والنسائی وغیرہما وخرجہ مسلم و الاربعہ وقال ابن عدی
 فیہ بعض الضعیف والحدیث اخرجہ الحاکم وصحیہ وافر
 الذہبی ولہ شواہد اخرجہ الحاکم وصحیہ۔ اور حدیث
 انما مدینۃ العلم وعلی بابہا کو بھی شاید اسی وجہ سے ابن جوزی نے

موضوعات میں شریک کر کے کہا کہ (جھوٹ ہے) حالانکہ ترمذی و حاکم و طبرانی
 نے کسی طریقوں سے اس کو روایت کی ہیں اور ابن حجر نے اس کو حسن کہا ہے
 کما قال السیوطی رحمۃ اللہ علیہ فی التعلیقات حدیث انامہ ینہ العلم
 و علی بابہا و ردہ من حدیث علی و ابن عباس و جابر و قلت
 حدیث علی اخرجہ الترمذی و الحاکم و حدیث ابن عباس
 اخرجہ الحاکم و الطبرانی و حدیث جابر اخرجہ الحاکم
 و تعقب الحافظ ابوسعید العلانی علی ابن الجوزی فی هذا الحدیث
 بفصل طویل ملخصہ ان قال هذا الحدیث حکم ابن الجوزی و غیر
 لوضعه و عندی فی ذلك نظر الی ان قال و الحاصل انه ینتفی
 الی درجة الحسن المحتج بہ فلا یكون ضعیفا فضلا ان یكون
 موضوعاً و رایت فیہ فتویٰ قدمت للحافظ ابن حجر فکتب الیہا
 هذا الحدیث اخرجہ الحاکم فی المستدرک و قال انه صحیح
 و خالفہ ابن الجوزی فذكره فی الموضوعات و قال انه کذب
 و المصواب خلاف قولہما معاً ان الحدیث من قسم الحسن
 لا یرتقی الی الصحة و لا یحیط الی الکذب و بیان ذلك یمتدعی
 طولا و لکن هذا المعتقد ابی بات معلوم کما چاہیے کہ باوجود قرائن و
 ہونیکے جب محدثین کسی حدیث کو موضوع کہتے ہیں تو اس سے مطلب یہ ہے

کہ اسناد اوس کے موضوع ہیں۔ متن حدیث میں کلام نہیں اسی وجہ سے اگر
 کوئی قرینہ وضع الفاظ یا معانی حدیث سے متعلق پایا جاتا ہے تو بھی بیان
 کے وقت کسی راوی کی طرف اوس کی خرابی منسوب کر دیتے ہیں۔ غرض
 باوجود حکم موضوعیت کے نفس حدیث اوس حکم سے خارج رہتی ہے چنانچہ
 امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ قول بیع میں لکھتے ہیں نقلیہ علم ان حکم الا
 النقاد بالصحة وغيرها انما هو بحسب الظاهر فقد قال
 ابن الصلاح ما لفظه بعد تعريف الصحيح من علومه ومتى
 قالوا هذا حديث صحيح فمحنة اتصال سنداه مع سائر الاوصاف
 المذكورة وليس شرطه ان يكون مقطوعا في نفس الامر ان
 ان قال وكذا لك لو قالوا في حديث انه غير صحيح فليس لك
 قطعا بانه كذب في نفس الامر قد يكون صدقا في نفس الامر
 وانما المراد انه لم يصح اسناداه على الشرط المذكور يعني انه
 نقاد حدیث جب کبھی حدیث پر کوئی حکم لگاتے ہیں خواہ وہ حکم صحت یا او
 کسی قسم کا ہو بحسب ظاہر ہوا کرتا ہے۔ چنانچہ ابن صلاح رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا
 کہ (ہذا حدیث صحیح) کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ سند اوس کی متصل ہے اور کوئی
 صفات مذکورہ بھی اوس میں موجود ہیں۔ نہ یہ کہ نفس الامر میں وہ قطعی ہے۔
 اسی طرح جب غیر صحیح کہتے ہیں تو اوس سے یہ مراد نہیں کہ نفس الامر میں وہ حدیث

جھوٹ ہے بلکہ مراد اس سے یہ ہوتی ہے کہ سند اس کی موافق شرط مذکور
 کے نہیں ہیں ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نکت میں لکھے ہیں اما الاسناد
 فهو كذا قال قد صرح جماعة من الائمة بان اسناد كذا
 الاسانيد واما الحديث فلا يحفظ عن احد من الائمة الخ
 انه قال حديث كذا اصح الاحاديث على الاطلاق
 اور ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے ابواب المنظر فی زیارة القبر الشریف النبوی
 المکرم میں لکھا ہے قال السبکی ومما يجب ان يبينه له ان حكم
 المحديثين بالانكار والاستغراب قد يكون بحسب تلك الطرق
 فلا يلزم من ذلك رد متن الحديث بخلاف اطلاق الفقه
 ان الحديث موضوع فانه حكم على المتن من حيث الجملة
 یعنی امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ محدثین جب کسی حدیث کو منکر وغیرہ
 کہتے ہیں تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ متن حدیث قابل رد ہے بخلاف اسکے
 جب فقہا کسی حدیث کو موضوع کہتے ہیں تو اس سے یہ بات سمجھی جاتی ہے
 کیونکہ محدثین کی بحث اسناد سے اور فقہا کی بحث متن حدیث سے متعلق ہے
 غرض محدثین جس حدیث کو موضوع کہتے ہیں تو یہ کہنا بحسب قرائن ہوتا ہے
 اور ابھی معلوم ہوا کہ جب کوئی قرینہ قطعی نہیں تو وہ حکم بھی قطعی نہ ہوگا جو
 صرف اسناد سے متعلق ہے پھر متن حدیث موضوعیت سے کسی متہم ہو سکتی ہے

جس صورت میں کہ متن حدیث میں صحت۔ اور وضع کے احتمال دونوں باہم
 معارض ہوں تو دیکھا جائے کہ جس نے اس حدیث کی تخریج کی ہے محدث
 یا نہیں اگر محدثین کی تصریح سے مسلم ہو جائے کہ وہ محدث ہے تو یہ صحیح حدیث
 جو مسلم شریف میں ہے ضرور مان لی جائے گی عن سمرة رضی اللہ عنہ
 قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من حدث عني بحدیث
 یزئ انہ کذب فهو احد الکاذبین یعنی فرماتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 نے جس نے روایت کی تجھ سے ایسی حدیث جو جھوٹی گمان کی جاتی ہے تو وہ
 شخص دو جھوٹوں میں سے ایک جھوٹا ہے (اس میں ایک حدیث بنیوالا اور دوسرا
 روایت کرنے والا) عمدۃ القاری شرح بخاری میں عینی رحمۃ اللہ علیہ نے
 حدیث مز کے کذب علی فلیبہ النار کی شرح میں لکھا ہے کہ اگر کسی حدیث
 کے موضوع ہونے کا گمان ہو اور پھر اس کو کوئی روایت کرے تو وہ راوی
 اس وعید میں داخل ہوگا اور دوزخ کا مستحق ہے کما قال الثالث من
 روی حدیثا وعلما وظن انہ موضوع فهو داخل فی هذا الوعد
 اذ المریدین حال رواية وضعفهم ویدل علیہ ایضا قوله
 علیہ الصلوٰۃ والسلام من حدث بحدیث یزئ انہ کذب فهو
 احد الکاذبین ظفر الامانی فی شرح مختصر المرجانی میں مولانا محمد عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ
 نے لکھا ہے ولا یحل سر رواية الموضوع للعالم بحالہ ای من یحکم جزا

او ظنا کو نہ موضوع عافی اتی معانی کان ای سواء کان فی الاحکام
 او فی الترغیب والترہیب اور غیر ذلک الا مقرونا ببيان
 الوضع جب کوئی حدیث جس کو کسی نے موضوع کہا ہو اور اس کو کوئی محدث
 بغیر تصریح کر دینے موضوعیت کے اپنی کتاب میں نقل کیا تو یقیناً یہ بات
 سمجھی جائے گی کہ گواہ اس کی اسناد میں کلام تھا مگر (متن حدیث اس کے
 پاس سلم ہے) ورنہ بمصدق حدیث مذکورہ کے اس محدث کا کاذب بلکہ
 دورخی ہونا لازم آتا ہے کما قال السیوطی رحمۃ اللہ علیہ فی التعلیقات
 تحت حدیث انی مکراہ فی النہی عن الحجامۃ یوم الثلاثاء والحارث
 اخرجہ ابوداؤد فی سننہ وسکت علیہ فہو عندہ صراحۃ
 اس سے یہ بات ثابت ہونی کہ متن حدیث موضوع جیسے وضع اور صحت دونوں
 کا احتمال تھا اس محدث نے روایت کرنے کی وجہ سے اس متن کی صحت کو
 ترجیح ہو جائے گی اور اسی ترجیح کا نام ظن ہے مگر چونکہ مدارج ظن کے متفاوت
 ہیں اس لئے قوت اس ظن کی ویسی نہ ہوگی جیسی حدیث بخاری سے ہوتی
 یا اس ہمسائل ظن میں دونوں برابر ہیں اس لئے کہ حدیث بخاری بھی مفید
 علم یقینی کی نہیں کیونکہ مفید علم یقینی صرف حدیث متواتر ہوتی ہے اور
 حدیث مشہور جو احادیث بخاری سے کہی درجہ ارفع ہے وہ بھی مفید علم یقینی
 نہیں ہو سکتی نخبۃ الفکر میں ہے المتواتر وہو المفید للعلم البقینی

غرض ظن صحت اوس حدیث ہما سخن فیدہ کا اوس محدث کے ظن پر متفرع ہوگا
 جس نے اوس کی تخریج کی ہے اس کی وہ مثال ہے جس طرح ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ
 نے محمد بن حمید کی روایت کو اس وجہ سے قبول کی کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ
 اور یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ نے اوس سے روایت کو لی ہے۔ حالانکہ
 یعقوب بن شیبہ نے کہا کہ محمد بن حمید کثیر المذاکر تھے اور بہتوں نے اوس کو
 سارق الحدیث کہا۔ اور ابو ذر عہ نے کہا کہ وہ کذاب ہے۔ اور کونج اور
 ابن حراش باحلفاً کہتے تھے کہ وہ کذاب ہے۔ چنانچہ ذہبی نے میزان میں بعد
 حرج کثیر کے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ مصنفانی نے کہا (حال ذنا محمل بن حمید)
 ایک شخص نے اعتراض کیا کہ کیسے شخص سے آپ روایت کرتے ہو۔ جواب میں
 کہا کہ میں اوس شخص سے روایت کرتا ہوں جس سے احمد اور ابن معین نے
 روایت کی ہے۔ غرض اوسی میزان میں صمد باجگہ اسکے نظائر موجود ہیں
 پھر اگر کسی نے اوس ظن کی وجہ سے اوس حدیث پر عمل کیا تو یہ نہ کہا جائیگا
 کہ اوس نے حدیث موضوع پر عمل کیا۔ کیونکہ جس متن حدیث پر اوس نے
 عمل کیا تو وہ حدیث موضوع کہنے والے کے پاس بھی موضوع نہیں پھر رد
 کرنے والے کے پاس کس قدر معتبر ہوگی بالفرض اگر فی الواقع موضوع ہی ہو
 اور بلا تحقیق حسن ظن سے تقلیداً اوس پر عمل کیا تو کیا ثواب نہ ہوگا اور
 عمل خالی جائے گا ہرگز نہیں بلکہ جس طرح صحیح حدیث پر عمل کرنے سے اوس کو

ثواب حال ہوتا اسی طرح اس حدیث پر عمل کرنے سے ثواب ملے گا۔
 امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے قول بیہ میں روایت کی ہے وقد روينا
 فی جزؤ الحسن بن عرفة باسنادہ الی جابر عبد اللہ الانصاری
 قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من بلغه عن اللہ
 عز وجل شئ فیہ فضیلة فاحذ بہ ایما نا ورجاء ثوابہ
 اعطاه اللہ ذلک وان لم یکن کذلک اخرجہ ابوالشیخ
 وابویعلی والطبرانی وشمیل بن ہشام المستملی وبہذا الحدیث
 شواہد ایضاً من حدیث ابن عباس و ابن عمر و ابی ہریرۃ
 وعن مشاہیر الصحابة رضی اللہ عنہم یعنی روایت ہے جابر
 اور ابن عباس ابن عمر ابی ہریرہ رضی اللہ عنہم سے کہ فرمائے رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ عز وجل کی طرف سے جس کو کوئی فضیلت کی
 بات پہنچی اور اس نے بہ امید ثواب ایمان کے ساتھ اس کو قبول کر کے
 عمل کیا تو دیتا ہے حق تعالیٰ اس کو وہ ثواب جس کے لئے وعدہ نہیں کیا
 ابوالشیخ۔ ابویعلی۔ طبرانی وغیرہم نے اس کو روایت کی ہیں اس میں کچھ شک نہیں
 کہ جس نے حدیث موضوع ہی کے اسناد کو بحسن ظن قبول کر کے عمل کیا تو وہ
 مستحق اسی ثواب کا ہو جاتا ہے جو بوقت عمل اس کے پیش نظر ہے اور
 ارشاد نبوی ہوتا ہے عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اذا احد ثلث عنی بحديث لا تعرفونه ولا تنکر و نه قلته او لمراقله
 فصدتوا به فانی اقول ما يعرف ولا ينکر و اذا احد ثلث عنی
 بحديث تنکر و نه ولا تعرفونه فکذبوا به فانی لا اقول فای تنکر
 ولا يعرف رواه الحاکم المزمع الذکر فی کذا العمل
 یعنی روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے کہ فرما کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم
 نے جب پہنچے ترم کو میری طرف سے کوئی ایسی بات جس کو تم پہچانتے ہو۔
 خواہ میں کہا ہوں یا نہ کہا ہوں اور وہ بات قابل اعتراض یا انکار کے نہیں
 تو صدق دل سے قبول کر لو کیونکہ میری بات ایسی نہیں جس سے انکار کیا جائے
 وعن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 اذا احد ثلث عنی بحديث لوافق الحق فخذوا به حد ثلثہ او لم
 احداثیہ (عن) و قال متکرر و لیس لهذا اللفظ لہ اسناد یصح
 کذا فی کذا العمل یعنی روایت ہے ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ فرما کہ
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب پہنچائی جائے ترم کو میری طرف سے
 کوئی بات جو موافق حق بات کے ہو تو اس کو قبول کر لو خواہ میں کہا ہوں
 یا نہ کہا ہوں۔ وعن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 و سلم اذا احد ثلث عنی بحديث لوافق الحق فانا قلته کذا
 فی کذا العمل یعنی روایت ہے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ فرما کہ

یہ روایت صحیح ہے اسناد صحیح ہے اسناد صحیح ہے اسناد صحیح ہے اسناد صحیح ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب پہونچائی جائے میری طرف سے کوئی بات
 جو ماندر حق بات کے ہو تو سمجھو کہ او سکویں نے ہی کہا و عن ابی ہریرہ رضی اللہ
 عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من حدث عنی
 حدثاً ہذا ہول اللہ عز وجل رضی فانا قلنتہ وان لمر اکن قلنتہ کذا
 فی کذا الحال یعنی روایت ہے ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ فرمائیے رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم نے جس نے بیان کیا میری طرف سے وہ بات جس میں اللہ تعالیٰ
 کی رضا مندی ہو تو سمجھو کہ او سکویں نے ہی کہا اگرچہ نہ کہا ہوں عن ابن عباس
 رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من قال علی
 حسنا موافقا لکتاب اللہ وسنتی فانا قلنتہ ومن قال علی کذا باعنا
 لکتاب اللہ تعالیٰ وسنتی فلیتبوا متعلداً من النار کذا فی کذا الحال
 یعنی روایت ہے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہ فرمائیے آنحضرت صلی اللہ علیہ
 وسلم نے جس نے منسوب کی میری طرف اچھی بات کو جو موافق قرآن اور میرے
 طریقے کے ہو تو وہ میری کہی ہوئی ہے عن ابی امامہ قال قال رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من حدث حدثاً کما سمع فان کان
 یواد صد قافلک ولہ وان کان کذا بافعلی من بد (حب) کذا الحال
 یعنی روایت ہے ابی امامہ رضی اللہ عنہ سے کہ فرمائیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 نے جس نے بیان کیا حدیث کو جیسی کہ سنا ہے اگر وہ سچ ہے تو تجھ کو اور اس کو

ثواب ہے اگر وہ جھوٹ ہے تو اس کا گناہ پہلے کہنے والے پر ہے عن البخاری
 بن عبد بن ابیہ عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم من حدث عنی حلی یا ہون اللہ عز وجل رضی فانا قلنہ وان
 اکن قلنہ قالوا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولیر قال لا فیہ
 ارسلت کذا الحال روایت ہے ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرماتے بنی صلی اللہ
 علیہ وسلم نے جس نے میری طرف سے ایسی حدیث بیان کی جس میں اللہ تعالیٰ
 کی رضا مندی ہے تو سمجھو کہ میں نے کہا ہے وہ اگر جھوٹا ہے تو صحابہ نے عرض
 کیا یہ کس لئے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا کہ میں اوسے کے لئے
 بھیجا گیا ہوں۔ اگرچہ ابن جوزی نے اس حدیث کی روایت میں کلام کیا ہے
 عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ اذا حدثت عنی بحديث لوافي الحق
 فخذوا به لیکن امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے تعقیبات میں لکھا ہے کہ اس باب
 میں کئی ایک حدیثیں وارد ہیں جن کو امام احمد نے مستند میں ابن ماجہ نے
 سنن میں بخاری نے تاریخ میں حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں بزاز نے
 کئی طریقوں سے مستند صحیح وغیرہ روایت کیں ہیں جن کی عبارت یہ ہے
 قلت اخرج احمل من وجه اخر عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 مرفوعاً ما جاءکم عنی من خیر قلنہ اولم اقلنہ فانا اقولہ
 وما اتاکم من شر فانی لا اقول الشر و اخرج ابن ماجہ من

ثالث بلفظ لا اعرف ما يحدث احدكم عن الحديث وهو متفق
 على اريكته فيقول اقرأنا ما فعل من ثواب حسن فانا قلته
 ورجاله ثقات سوى سعيد المقرئ - واخرج البخاري في تاريخه
 من وجه اخر عن سعيد المقرئ مرسلا بلفظ ما سمعته عن
 من حديث تعرفني انه فصد قولا قال البخاري وهو لا يجزي بن
 ادم عن ابي هريرة وهو وهم ليس فيه ابي هريرة - واخرجه
 الحكيمة الترمذي في نوادر الاصول من وجه اخر عن المقرئ
 عن ابي هريرة رضي الله عنه بلفظ اذا حد ثلم عنى بحديث
 تعرفونه ولا تنكروا نه قلته او لم اقله فصد قوا به فاني اقول
 ما يعرف ولا ينكروا اذا حد ثلم عنى بحديث تنكروا نه ولا
 تعرفونه فكل بوابه فاني لا اقول ما ينكروا لا يعرف - واخرج
 احمد وابن ابي شيبة عن علي بن ابي حمزة عن ابي حمزة او الى اسيد
 مرفوعا اذا سمعتم الحديث عنى تعرفه قلوبكم وتلين له
 اشعاركم وابشاركم وترون انه منكم قريب فانا اولئككم به
 واذا سمعتم الحديث عنى تنكروا قلوبكم وتنفر اشعاركم
 وابشاركم وترون انه منكم بعيد فانا ابعدكم منه
 واخرجه البخاري في تاريخه بلفظ اذا جاءكم الحديث عنى

تلین به قلوبکم فان امرکم ید - ثم اخرج من طریق عباس بن سہل
 عن ابی قال اذا بلغکم عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالحدیث
 یلین الجذد فقد یقول النبی صلی اللہ علیہ وسلم الخیر ولا
 یقول الا الخیر وقال هذا اصح واشبه جب اتنے احادیث
 سے یہ بات ثابت ہوگئی۔ محدثین اہل سنت نے جتنے حدیثیں فضائل
 اعمال کی باتیں کرنے موضوعیت کے اپنی کتابوں میں درج کئے ہیں اور
 اول احادیث کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی جانب منسوب کر کے
 اول کو قبول کرنے کے لئے ارشاد فرمایا میں پر عمل کرنے سے ضرور توقع ثواب
 جو اول میں مذکور ہے۔ اگرچہ وہ حدیثیں موضوع بھی ہوں لیکن صدق فی
 اور پاک اعتقادی سے عمل کر کے ثواب حاصل کرنے میں کوئی حرج نہیں
 کیا ضرور جو ناحق اور غیر احتمالات پیدا کریں جس سے ظن ثواب جاتا رہے
 اور مہلک شک پڑ جائے تو جس کے ثواب سے محرومی نصیب ہو۔ اگر
 محدثین نے بحث کر کے اسناد کو موضوع ٹھیرایا اور اس کو اپنا فرض منصفی
 سمجھا تو ہم لوگوں کو ضرور نہیں جو بے سمجھی سے بیوقوف بے معنی اونکی اتباع
 کر کے (من حدیث) کو موضوع کہنے لگیں جس سے سوائے حرمان ثواب کے اور کیا
 حاصل ہوگا۔ برخلاف اس کے اگر اعتقاد اس حدیث کے روایت کرنے
 والوں کی تقلید کر کے اس کو موضوع نہ سمجھیں اور اس پر عمل کریں انشاء اللہ

ضروراً اس ثواب کے مستحق ہو جائیں گے جس کا او میں وعدہ ہے۔ اب ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ جب دو صورتوں میں تعلید ہی ہے تو وہ تعلید کیوں نہ اختیار کریں جس سے کچھ فائدہ ہو مگر دولت حسن ظن ایسی نہیں ہے جو ہر کس و ناکس کے ہاتھ آئے اور بد ظنی سے ہر کسی کو مدارج و مراتب علیا حاصل ہوں۔ غرض فضائل اعمال میں جو احادیث وارد ہیں اولیٰ کی عملی توسیع کھلے ہمت بڑھانا اور دائرہ حسن ظن کو وسیع کرنا چاہئے۔ چنانچہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فتح المغیث میں لکھا ہے حکى النوفى فى عدة من تصانيفه اجماع المحمدين وغيرهم على العمل به اى بالتحال الضعيف فى الفضائل و نحوها۔

یہ بات متحقق ہے کہ (احادیث احکام و عقائد) میں کمال احتیاط ہونا چاہئے اس لئے کہ فضائل میں نسخ اور تعارض نہیں۔ اس میں فوائد یہ ہیں کہ کسی اچھے فعل کا کرنا خواہ قسم عبادت یا حسن اخلاق وغیرہ سے ہو عامل کو مقصود اور مطلوب ہوتا ہے۔ اگر اس عبادت میں ثواب کا وعدہ ہے تو اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم وسیع ہے ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء اگر کوئی اس فعل یا عبادت کو کر کے امیدوار فضل کا ہونا چاہے تو جہاں حق تعالیٰ کے لفظ (کن) سے ہزار عالم بن گئے اس کے وسیع رحمت سے اس بیچارہ کی نیت صدق پر ثواب ملنا کچھ غیر ممکن نہیں۔ اگر عمل نہ کرے بیچارہ دین کا لیں

اور تحقیق کریں کہ وہ وعدہ کس کے ذریعہ سے پہنچا تھا۔ اور پہنچانے والا معتبر تھا یا نہیں۔ سوا حرام کے اور کیا ہو سکتا ہے بخلاف احکام کے کہ او میں بحسب مصلحت شرح نسخ اور تغیر و تبدل ہوتے رہے۔ مثلاً شراب کسی امت میں حلال رہی اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو ابتدا میں حکم تھا کہ بحالت سُکر نماز نہ پڑھیں پھر اسی شراب کو ممانعت اور حرمت ہو گئی اور ہمیشہ کے لئے ہی آخری حرمتی حکم جاری رہا علیٰ هذا القیاس اور احکام میں بھی آخری حکم کا اعتبار ہوتا ہے کما هو مسلم عند الفقہاء والمحدثین هو الموفق المعین واخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین

خاتمہ

یہ نسخہ میرے عالیجناب فضیلت آب حقیقت آگاہ معرفت دستگاہ حاوی فرج وصول جامع منقول و معقول حضرت مولانا محمد انوار اللہ صاحب المطالب تواب فضیلت خٹک مرحوم و مغفور سابق معین المہام امور مذہبی خیر زمانہ قیام مدینہ طیبہ تالیف فرمایا اور یہ ملاحظہ ہادی مراحل تحقیق و کاشف رموز تدقیق جامع شریعت و طریقت شیعہ حقیقت و معرفت ہبط انوار معارف لدنیہ کاشف اسرار علوم دینیہ رہنمائے سالکین مقتدائے ناسکین مولانا و مرشدنا حضرت حاجی امجد اللہ صاحب قبلہ طاب ثراہ و جل اجنۃ مشواہ گذرانا حضرت مدد و رح کا بعد ملاحظہ ارشاد ہوا کہ یہ نسخہ طبع کیا جائے جس سے عام فائدہ حاصل ہو امتثالاً للامر اللہی

اوسے زمانہ میں بہ مطبع شعی واقع میرٹھ جناب ڈپٹی حاجی محمد عبدالرحیم صاحب
 نے بہ تعدد و کثیر طبع فرمایا تھا جو سابق ہی میں صرف ہو گئے۔ اور حضرت مولانا
 ممدوح کی خدمت میں طبع ثانی کی غرض سے دست رغبت طالبین دراز ہوتا
 لہذا مولانا صاحب جعل اللہ الجنتہ مثواہ نے بصرف نظر ثانی اس کی تصحیح
 اور مطالب ضروریہ کی توفیر و رفع اغلاط نسخہ مطبوعہ سابقہ فرمائی۔ اور بعد
 یہ نسخہ طبع کر کے فرین ہونے کو ہی تھا کہ حضرت ممدوح بہ جوار رحمت حق
 و آل ہوئے۔ تاگزیر چند سے طبع ثانی سے ملتوی رہا اور مولانا علی بن ابی طالب
 عالم ربانی عارف حقانی مولانا حبیب الرحمن خاں صاحب شروانی صاحب
 انجمن اشاعت العلوم نے اس کے طبع کی منظوری فرمائی جو لحاظ افادہ عام ثانی
 (قالب طبع سے فرین ہوا)